

## افراط زر اور مو جل ادا گیوں پر اس کے اثرات کا فقہی جائزہ

### Inflation and Its Impacts on Deferred Payments: A Jurisprudential analysis

*Sharifullah M.Musa Kaleem  
Teacher of Fiqh and Usool e Fiqh  
Jamia Dar Ul Uloom, Baltistan, Ghuwari  
[azzamsharif4@gmail.com](mailto:azzamsharif4@gmail.com)*

#### **ABSTRACT:**

This research paper studies inflation and its impacts on deferred payments. Qualitative method has been employed in this research. After brief literature review it reveals that If we review the effects of inflation on future debt from a Shariah perspective, the ancient jurists agree that in the event of a change in the value of *Thaman e Khalqi* (gold Dinar and silver Dirham), payment must be made in the same amount that is owed. But some jurists considered that the payment of value is obligatory in the event of changes in *Folus* (فليس).

With regard to modern-day currencies, especially in the case of inflation, contemporary jurists have debated the rule of future debt, and many of them have emphasized the need to pay the same amount that is owed by debtor to avoid usury. On the other hand, some contemporaries argue that the value should be paid based on the price index. The third opinion of some contemporary jurists is that in the event of significant inflation that people do not neglect to do so, especially if it exceeds one third of the amount of future debt, it is fair to pay the value. Based on this view, some jurisprudential councils have issued *fatwas* in this regard. Researcher's inclination is towards ensuring equality in payments, and if any discrepancies occur, adjustments in payments are recommended only after the national shariah council's recommendation, with caution taken into consideration.

**Key words:** *ifrat-e-zar*(inflation), *moajjal Adaigi*(Deffered Payment), *misil, qimat, kasad, rukhas, paper money, zar-e- istilahi, zar-e-khalqi*

### تہمید:

اسلام کے ابتدائی ادوار میں کرنی کا تعلق سونے اور چاندی سے تھا۔ یعنی سونے اور چاندی کے مخصوص مقدار اور یونٹ کے سکے دینار و درہم کی شکل میں رائج تھے۔ دینار سونے کا اور درہم چاندی کے ہوتے تھے۔ سونے اور چاندی کی تدریجی تکریں (زر) کی قدر و قیمت بھی بڑھ جاتی اور جب ان کا معیار گھستنا تو کرنی کی قیمت بھی گھٹ جاتی۔ یہ صورت حال بہت ہی بعد تک رہی۔ موجودہ زمانے میں کرنی کا تعلق سونا اور چاندی سے کٹ گیا ہے۔<sup>(۱)</sup> اب صورت حال یہ ہے کہ کرنی کی قدر (Value) کا معیار اشیاء (Goods/Commodities) اور خدمات (services) کی قیمتیں مقرر ہے۔ اب کرنی کی قدر کا تعلق قوت خرید (Purchasing power) سے ہے۔ یعنی وہ قوت جس کی بدولت کرنی اپنے عوض دسری اشیاء و خدمات حاصل کر سکتی ہے۔ کرنی بذات خود زیادہ اہمیت کا حامل نہیں ہوتی۔ اس کو اس لئے حاصل کیا جاتا ہے تاکہ اس کی مدد سے دوسری اشیاء اور خدمات حاصل کی جاسکے۔ اگر کرنی کی مخصوص مقدار کے مقابلے میں زیادہ اشیاء یا سروں حاصل کرے تو کرنی کی قدر زیادہ ہو گی اور اگر اس کے عوض میں کم اشیاء اور خدمات حاصل کرے تو کرنی کی قدر کم ہو گی۔ مثال کے طور پر سال ۲۰۲۲ء میں ۲۵ کلو آٹا کی قیمت دو ہزار روپے جبکہ سال ۲۰۲۳ء میں اس کی قیمت تین ہزار روپے ہو جائے تو ہم کہیں گے کہ روپے کی قدر سال ۲۰۲۲ء میں زیادہ تھی جبکہ سال ۲۰۲۳ء میں کم ہو گئی ہے۔

اس طرح کرنی کی قدر اور اشیاء و خدمات کی قیمتوں میں متضاد رشتہ ہے۔ جب قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے تو کرنی کی قدر گھٹ جاتی ہے اور جب قیمتوں میں کمی ہوتی ہے تو کرنی کی قدر میں اضافہ ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں کرنی (زر) کی قدر (Value) اشیاء اور خدمات سے وابستہ ہو گئی ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ کرنی کی قدر اس کی قوت خرید (Purchasing power) پر منحصر ہے۔<sup>(۲)</sup>

### کرنی کی قدر میں تغیرات:

ماضی میں سونے اور چاندی کے مخصوص سکے دینار اور درہم کی شکل میں رائج تھے جو کہ اصل کرنی تھی جن کو زر خلقی کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کے ساتھ ساتھ حیری اشیاء کی خرید و فروخت کے لئے دیگر معدنی سکے فلوس کے نام سے رائج تھے جس کو النقود الاصطلاحیہ (زر اصطلاحی) کہا جاتا ہے۔

کرنی کے ساتھ گزشتہ زمانوں میں بھی تغیرات واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے فقهاء نے اس بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ موجودہ زمانہ میں افراط از ر کے اثرات کا جائزہ لینے کے لئے ان تغیرات کے بارے میں فقهاء کے آراء کا بھی تذکرہ ضروری ہے تاکہ معاملہ کو بہتر انداز میں سمجھنے میں مدد ملے۔

<sup>(۱)</sup> سونے اور چاندی سے کرنی کا تعلق ۱۹۱۷ء میں امریکی صدر نیکسن کے اعلان کے بعد سے مکمل طور پر ختم ہو گیا ہے۔ (المزووق، ڈاکٹر ناصح بن ناصح

المزووق البقی، ضوابط النقد في الإسلام "المجلة العلمية لقطاع كليات التجارة جامعه ازهر" عدد ۱۳، جنوری ۲۰۱۵، ص: ۲۵۶)

<sup>(۲)</sup> عثمانی، مفتی تقی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت (کراچی: اوارہ المعرف)، ۱۰۸، ۱۴۰۸ھ۔

## زر خلقي اور زر اصطلاحی میں تغیرات:

زر خلقي (دينار و درهم) اور زر اصطلاحی (فلوس) میں واقع ہونے والے تغیرات سے متعلق فقهاء نے فقہی احکامات بیان کئے ہیں۔

بنیادی طور پر ان میں تین طرح کے تغیرات واقع ہوتے تھے:

- **القطعان:** لغوی معنی الگ ہونے کے ہیں<sup>(3)</sup> جبکہ فقهاء کے نزدیک اس کا مطلب ہے کہ عام شہر میں ایک مخصوص زر (کرنی) دستیاب نہ ہو اگرچہ صرافوں (Money Changers) اور گھروں میں موجود ہو۔ اس بارے میں علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں

"وَحَدُّ الْإِنْقِطَاعِ أَنْ لَا يُوجَدَ فِي السُّوقِ وَإِنْ وُجِدَ فِي يَدِ الصَّيَارِفَةِ وَالْبُيُوتِ" <sup>(4)</sup>

(یعنی زربازار میں دستیاب نہ ہو اگرچہ صرافوں کے پاس اور لوگوں کے گھروں میں موجود ہو۔)

(اگر کوئی زردیگر شہروں اور علاقوں میں دستیاب ہو لیکن متعاملین نے جہاں لین دین کیا ہے اس شہر میں معدوم ہو تو اس صورت حال پر کہی فقہاء نے القطاع کا اطلاق کیا ہے۔ علامہ خرشی مالکی لکھتے ہیں)

"وَالْعِرْتَةُ بِالْعَدَمِ فِي بَلَدِ الْمُعَالَمَةِ أَيْ فِي الْبَلَدِ الَّتِي تَعَامَلَافِيهَا وَلَوْ وُجِدَتْ فِي غَيْرِهَا" <sup>(5)</sup>

(یعنی القطاع میں زر کا معدوم ہونا اس وقت معتبر ہو گا جب وہ لین دین کرنے والوں نے جس شہر میں معاملہ کیا ہے اس شہر میں موجود نہ ہو اگرچہ دیگر شہروں میں موجود ہو۔)

- **كساد (Depression):** کساد کے معنی کھوٹے، بیکار اور کم تر ہونے کے ہیں۔ بے وقعت ہونے کی وجہ سے لوگ ایسی چیزوں میں رغبت نہیں رکھتے۔<sup>(6)</sup> فقهاء کے ہاں زر کے ساتھ تعامل ترک کرنے کا نام کساد ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں:

"وَالْكَسَادُ: أَنْ تُتْرُكَ الْمُعَالَمَةُ هِيَا فِي جَمِيعِ الْبِلَادِ" <sup>(7)</sup>

(یعنی کساد یہ ہے کہ زر کے ساتھ تمام شہروں میں معاملہ ترک کیا جائے۔)

کسی زر کے ساتھ لوگوں کا خود بخود تعامل ترک کرنا یا حکومت کی طرف سے اس کی ثمنیت ختم کر دینا وغیرہ وجوہات کساد کا باعث ہو سکتے ہیں۔

<sup>(3)</sup> ابن فارس، أحمد بن فارس بن ذكرياء القزويني الرازي، أبو الحسين (ت ٣٩٥ھ) معجم مقاييس اللغة، (دار الفكر بيروت لبنان،

١٤٩٩ھ) مادہ (قطع): ١٠١/٥

<sup>(4)</sup> ابن عابدین، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي ، رد المحتار على الدر المختار (مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده ، طبع دوم، ١٩٦٢ء)، ٥٣٣/٣، ٥٣٣.

<sup>(5)</sup> الخرشى، أبو عبد الله محمد بن عبد الله الخرشى المالكى ، شرح الخرشى على مختصر خليل ( مصر: مطبعة الكجرى الأميرية بولاق، رطبع دوم، ١٣١٧ھ)، ١٠١/٥،

<sup>(6)</sup> ابن فارس، معجم مقاييس اللغة ، (كسد)، ص: ٥/١٨٠۔

<sup>(7)</sup> ابن عابدین، رد المحتار على الدر المختار: شرح تنوير الأ بصار (حاشية ابن عابدین)، ٣/٥٣٣۔

### انقطاع اور کساد میں فرق:

انقطاع کی صورت میں زر غائب اور معدوم ہو جاتا ہے جبکہ کساد میں زر باقی رہتا ہے لیکن لوگ اس کرنی کے ساتھ تعامل ختم کر دیتے ہیں۔

لہذا کساد کی وجہ سے زر اصطلاحی کی ثمنیت ختم ہو جاتی ہے اور اس پر سلح (سامان) کا حکم لا گو ہو جاتا ہے۔

- **الغلا و الرخص:** اس کا مطلب واضح ہے۔ یعنی غالباً مزاد زر کی قدر و قیمت بڑھنا اور رخص سے مزاد زر کی قدر گھٹ جانا ہے۔

### زر خلقی میں انقطاع کا حکم:

سونے چاندی کے زر (النقود الخلقية) میں معاملہ کرنے کے بعد شمن، اجرت اور قرض وغیرہ وصول کرنے سے پہلے زر میں انقطاع واقع ہو جائے تو اس معاملہ پر کیا اثرات و نتائج مرتب ہوں گے؟

اس صورت میں امام ابو حنیفہ کے ایک قول کے مطابق معاملہ فاسد ہو جائے گا۔<sup>(8)</sup> معاملہ فاسد ہونے کے نتیجے میں بیع میں مشتری بیع واپس کرنے اور اجارہ میں مستاجر پر اجرت مثل ادا کرنا لازم ہو گا۔ کیونکہ زر ختم ہونے کی وجہ سے لین دین کے شمن میں تغیر واقع ہوا ہے اور شمن اصل حالت میں باقی نہیں رہا اور عقد معاوضہ شمن معلوم کے بغیر نہیں ہوتا، زر کے ختم ہونے کی وجہ سے شمن مجہول ہو گیا، لہذا معاملہ فتح ہو جائے گا۔

البتہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک معاملہ قرض ہونے کی صورت میں وہی زر اور عرد یعنی مثل واپس کرنا ہو گا جو قرض میں لیا گیا ہے اگرچہ اس کی تلاش میں مشکلات کا بھی سامنا ہو۔ علیہ ابن نجیم اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"أَنَّ الْقَرْضَ إِعَارَةً وَمُوْجِهُهَا رَدُّ الْعَيْنِ مَعْنَى، وَذَلِكَ يَتَحَقَّقُ بِرَدِّ مِثْلِهِ وَالثَّمَنِيَّةُ زِيَادَةٌ فِيهِ"<sup>(9)</sup>

(یعنی قرض عاریت ہے جس میں معنوی طور پر عین واپس کرنا ہوتا ہے۔ قرض میں لیے گئے زر کی مثل واپس کرنے سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور ثمنیت زر کا ایک اضافی وصف ہے (جس کا انقطاع و کساد کی وجہ سے ختم ہونے سے قرض کی ادائیگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا)۔

<sup>(8)</sup> ابن عابدین، تنبیہ الرقد علی مسائل النقود (اسٹریز: دار سعادت، ۷۰۱ء)، ۲۰۔

<sup>(9)</sup> ابن نجیم، زین الدین بن ابراهیم بن محمد، المعروف بابن نجیم المصري (ت ۶۹۲ھ)، البحر الرائق شرح کنز الدقائق (دار الكتاب الاسلامی، طبعہ دوم)، ۲۲۰/۲۔

شافعیہ کے ایک قول کے مطابق انقطاع کی صورت میں مو جل ادا یگیوں میں مثل واپس کرنا ہو گا کیونکہ اگر گندم میں بیج سلم کرنے کے بعد گندم کی قیمت میں کمی یا بیشی ہو جائے تو گندم ہی دینا ہوتا ہے اسی طرح صورت مذکور میں بھی عقد کے مطابق وہی زرو اپس کرنا ضروری ہے۔ شافعیہ کے دوسرے قول کے مطابق زر میں انقطاع واقع ہونے کی صورت میں بالعکو بیج فتح گرنے کا بھی اختیار ہو گا۔<sup>(10)</sup> امام ابو حنفیہ کا دوسرا قول، صاحبین (مذہب میں مفتی ہے)، مالکیہ، شافعیہ (مذہب) اور حنابلہ کے نزدیک معاملہ فاسد نہیں ہو گا بلکہ ان فقہاء کے نزدیک مو جل ادا یگیوں میں قیمت واجب ہو گی۔ البتہ اس بات پر ان کے مابین اختلاف ہے کہ کس وقت کی قیمت کا اعتبار ہو گا؟

- ۱۔ پہلا قول: امام مالک کے نزدیک فیصلہ کے وقت زر منقطع کی قیمت واجب ہو گی۔
- ۲۔ دوسرا قول: امام شافعی کے نزدیک جس وقت بالعکو بیج مشتری سے ثمن کا مطالبه کرے اس وقت کی قیمت واجب ہو گی۔ اگر بیج مو جل ہے تو تاریخ ادا یگی کی قیمت لازم ہو گی۔
- ۳۔ تیسرا قول: حنابلہ اور امام محمد کے نزدیک یوم انقطاع کی قیمت ادا کرنی ہو گی۔ البتہ حنابلہ کے ہاں اگر مثلی ہے اور مثل دستیاب ہے تو مثل واجب ہو گی۔ کیونکہ انقطاع سے پہلے مشتری ثمن کی ادا یگی پر قادر تھا، ادا یگی سے عجز انقطاع کی وجہ سے آگی المذاقیمت کی ادا یگی میں وقت عجز کا اعتبار کیا جائے گا۔
- ۴۔ چوتھا قول: امام ابو یوسف کے نزدیک جس دن عقد ہوا تھا اسی دن کی قیمت واجب ہو گی۔ کیونکہ مشتری کے ذمہ جو ثمن واجب ہوا ہے، وہ عقد کی وجہ سے ہے لہذا قیمت میں بھی اسی وقت کا اعتبار کیا جائے گا۔<sup>(11)</sup>

### زر خلقی میں کساد کا حکم:

<sup>(10)</sup> النووى، أبو زكريا محيى الدين يحيى بن شرف الدين، روضة الطالبين وعمدة المفتين (بيروت- دمشق- عمان، المكتب الإسلامي، طبع سوم ۱۹۹۱ء/۳، ۳۶۷ء).

<sup>(11)</sup> ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار ، شرح تنوير الأ بصار (حاشية ابن عابدين)، ۵۳۳/۳۔  
الزرقانى، عبد الباقى بن يوسف بن أحمد الزرقانى المصرى (ت ۱۰۹۹ھ)، شرح الزرقانى على مختصر خليل ومعه، الفتح الربانى فيما ذهل عنه الزرقانى (بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، طبع اول، ۲۰۰۲ء)، ۱۰۷/۵۔  
البهوتى، منصور بن يونس بن إدريس البهوتى كشاف القناع عن متن الإنقطاع ، مراجعه وتعليق هلالض مصطفى هلال (الرياض : مكتبة النصر الحديثة، بدون طبع وتاريخ)، ۳۱۵/۳۔

الرملى، شمس الدين محمد بن أبي العباس أحمد بن حمزة شهاب الدضىن الرملى (ت ۱۰۰۰ھ) نهاية المحتاج إلى شرح المهاجر، (بيروت: دار الفكر، طبع ۱۹۸۳ء- ۱۴۰۲ھ)، ۱۱۲/۳۔

السيوطى، عبد الرحمن بن حسانى بكر، جلال الدين السيوطى (ت ۹۱۱ھ) الماوى للفتوی (بيروت، لبنان: دار الفکر للطباعة والنشر، طبع ۲۰۰۲ء)، ۱/۱۱۳، ۱۱۵۔  
تبیہ: - (شافعیہ کے نزدیک جس زر میں انقطاع واقع ہوا ہے اس کا مثل موجود نہ ہونے کی صورت میں قیمت واجب ہو گی اگر مثل موجود ہو اور اس کی مارکیٹ میں قیمت بھی ہے تو اس کا مثل واجب ہو گا)۔

سونے چاندی کے زر (النقود الخلقية) میں لین دین کرنے کے بعد قبض سے پہلے اس زر میں کساد واقع ہو جائے تو اس پر کیا اثرات و نتائج مرتب ہوں گے؟ اس بارے میں فقهاء کے اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ پہلا قول: امام ابو حنیفہ کے نزدیک انقطاع اور کساد میں حکما کوئی فرق نہیں ہے۔ لہذا اگر تمام شہروں میں تعامل ترک ہو جائے تو معاملہ فتح ہو گا، البتہ اگر بعض شہروں میں تعامل باقی ہو تو معاملہ فاسد نہیں ہو گا۔ بیع فاسد ہونے کی صورت میں مشتری بیع واپس کرے گا، بیع موجودہ ہوا وروہ مثلی ہو تو مشش، ورنہ قیمت واپس کرے گا۔

۲۔ دوسرا قول: صاحبین اور حتابلہ کے نزدیک بیع فتح نہیں ہو گی۔ البتہ باائع کو بیع فتح کرنے کا اختیار ہو گا۔ بیع فتح نہ کرنے کی صورت میں مشتری کے ذمہ اس کی قیمت ادا کرنا واجب ہو گی۔ پھر قیمت کے تعین میں فقهاء کا اختلاف ہے:

(الف) امام ابو یوسف کے نزدیک وقت عقد کی قیمت کا اعتبار ہو گا۔ جیسے انقطاع کی صورت میں ہے۔

(ب) حتابلہ اور امام محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت کا اعتبار ہو گا۔ یہی قول مذہب میں رائج ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک حکم کے اعتبار سے انقطاع اور کساد میں کوئی فرق نہیں ہے۔<sup>(12)</sup>

البتہ قرض کے معاملہ میں کساد کی صورت میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک مثل واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک قیمت واپس کرنا ضروری ہے اور قیمت کے تعین میں درج بالاوہ اختلاف ہے۔<sup>(13)</sup>

۳۔ تیسرا قول: مالکیہ کا مشہور اور شافعیہ کے نزدیک کساد کی صورت میں معاملہ قرض کا ہو یا بیع کا وہی زر وصول کرے گا جو وقت عقد رائج تھا۔<sup>(14)</sup>

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فقهاء نے نقود خلقی میں انقطاع اور کساد کی صورت میں موجہ ادائیگیوں میں معاملہ فتح ہونے یا مثل ادا کرنے یا قیمت لازم قرار دی ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے ازالہ ضرر کی تدبیر کی ہے۔

البتہ جنہوں نے وہی زر (مثل) ادا کرنے کی بات کی ہے، ان کے پیش نظر دو چیزوں میں: ایک یہ کہ مثیلات میں اضافہ ربا کے زمرے میں آتا ہے اور دسری بات یہ کہ چونکہ نقود خلقی کی اپنی ذاتی قدر ہے اور کساد یا انقطاع سے اس کی قیمت میں زیادہ فرق واقع نہیں ہوتا لہذا اسی کو لازم کرنے میں بھی ضرر کا پہلو نہیں ہے۔

### زر خلقی میں غلاؤر خص کا حکم:

(12) ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار ، ۵۳۳/۲، ۵۳۲، البهوتی، کشاف القناع عن متن الإقناع، ۳۱۵/۳۔

(13) ابن نجمیم، البحر الرائق شرح کنز الدفائق، ۲۱۹/۶، الکاسانی: بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، ۲۲۲/۵۔

(14) الدسوقی، محمد بن احمد بن عرفۃ المالکی (ت ۱۲۰ھ)، حاشیۃ الدسوقی علی الشیخ الكبير (بیروت دار الفکر، بدون طبع وتاريخ ۱۴۰۳ھ)، ۳/۲۵۔

علیش، محمد علیش، منح الجلیل شرح مختصر خلیل، (بیروت: دار الفکر، طبع اول ۱۹۸۳ء، ۱۴۰۳ھ)، ۲/۵۳۱۔

النووی، أبو ذکریا محیی الدین یحیی بن شرف النووی (ت ۶۷۶ھ)، روضۃ الطالبین وعمدة المفتین (بیروت، دمشق، عمان: المکتب الاسلامی)، طبع سوم ۱۴۲۱ھ-۱۹۹۱ء، ۳/۷۷۔

نقد خلقی یعنی دینار و درهم کی قیمت بڑھنے یا گھٹنے کی صورت میں مؤجل ادائیگیوں پر کیا اثرات مرتب ہونگے؟ اس بارے میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ جو ذمہ میں ثابت ہے وہی ادا کرنالازم ہوگا۔ کیونکہ زر خلقی مشیات ہیں لہذا اس میں مثل ہی واجب ہوگا۔ نیز خلقی اثمان کی قدر بڑھنے یا گھٹنے سے اس کی ثمنیت معدوم نہیں ہوتی البتہ جو تغیر واقع ہوا ہے وہ لوگوں کی رغبات میں تبدیلی کی وجہ سے ہے جو کہ شرعاً غیر معتبر ہے۔<sup>(15)</sup>

### زر اصطلاحی میں تغیر:

فقہاء کے ہاں زر اصطلاحی سے مراد سونے اور چاندی کے علاوہ دیگر زر ہیں جن کو لوگوں نے بطور ثمن قبول کیا ہے اور اس میں سونے چاندی کے غالب مفہوش سکے بھی شامل ہیں۔<sup>(16)</sup>

زر اصطلاحی پر بھی وہی تغیرات واقع ہوتے ہیں جو زر خلقی پر ہوتے ہیں لیکن دونوں کے مابین تغیرات میں فرق ہیں:

(الف) زر خلقی میں تغیر سے اس کی قیمت کمیٰ ختم نہیں ہوتی جبکہ زر اصطلاحی میں قیمت کلی طور پر ختم ہو جاتی ہے۔

(ب) زر خلقی میں تغیرات زر اصطلاحی کے مقابلہ میں بہت کم واقع ہوتے ہیں جبکہ زر اصطلاحی کی قیمت اور ثمنیت میں تیزی سے

تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں۔<sup>(17)</sup>

### زر اصطلاحی میں تغیرات کے احکام:

زر خلقی میں ہونے والے تغیرات زر اصطلاحی فلوس اور غالب مفہوش دینار و درهم میں بھی واقع ہوتے ہیں۔ ذیل کے سطور میں ان تغیرات کا مختصر فقہی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

### القطع و کسداد کا حکم:

زر اصطلاحی میں القطع و کسداد کی صورت میں فقہاء کے مابین وہی اختلاف ہے جو زر خلقی میں اختلاف تھا۔ لیکن بعض متاخرین احتجاف نے امام ابو حنیفہ کے اس صورت میں بیع فتح ہونے کے قول کو بیع لازم نہ ہونے پر محمول کرتے ہوئے کہ بائع کے لئے عقد کو ختم کرنے یا جاری رکھنے کا اختیار ہوگا کیونکہ اس کو کسداد کی وجہ سے ضرر لاحق ہوا ہے۔<sup>(18)</sup>

<sup>(15)</sup> السرخسي، محمد بن أبي سهل شمس الأئمه السرخسي (ت ٤٨٣ هـ)، لميسوط، لبنان ، بدون: مطبعة السعادة ، ٣٠/١٢، ابن عابدين، حاشية رد المحتار، على الدر المختار: شرح تنوير الأ بصار، ٥٣٧/٣.

ابن رشد ، أبو الوليد محمد بن أحمد بن رشد (الجد) القرطبي (ت ٥٢٠ هـ)، البيان والتحصيل والشرح والتوجيه والتعليق لمسائل المستخرجة (بيروت ، لبنان : دار الغرب الإسلامي، طبع دوم ١٤٠٨ھ - ١٩٨٨ء)، ٦/٢٧٣-٢٧٤.

<sup>(16)</sup> التمراتشي ، شمس الدين محمد بن عبد الله بن أحمد، الخطيب العمري التمراتشي الغزي الحنفي (ت ١٠٠٤ هـ)، بذل المجهود في تحرير أسئلة تغیر النقود (فلسطین: جامعة القدس، طبع اول ١٤٢٢ھ - ٢٠٠١ء)، ٥٥، الموسوعة الفقهية الكويتية (الكويت : وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، طبع دوم ١٤٢٧ھ)، ٢١/٢٧-٢٨.

<sup>(17)</sup> الموسوعة الفقهية الكويتية، ١٩٥، ٢١/٢١.

<sup>(18)</sup> السرخسي، الميسوط، ٢٨/١٣، بن نجيم، بالحرائق شرح نزال الدقائق، ٦/١٣٣.

البتہ قرض میں امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک عدی طور پر مثل ادا کرنا لازم ہے۔<sup>(19)</sup> لیکن امام محمد کے نزدیک قرض کی صورت میں قیمت ادا کرنا لازم ہے۔<sup>(20)</sup>

زراضطلاحی میں انقطاع و کساد کی صورت میں فقہاء کے اختلاف کا خلاصہ یہ ہے:

- ۱۔ پہلا قول: امام ابویوسف (بیع میں)، محمد اور حنبلہ کے نزدیک قیمت ادا کرنا لازم ہے<sup>(21)</sup>۔ کیونکہ زراضطلاحی کی ثمنیت را کل ہونے کے بعد اس کی قدر کلیہ ختم ہو جاتی ہے، لہذا اس کی ادائیگی لازم قرار دینا مستحق پر ظلم ہے۔ اس لئے قیمت ادا کرنا واجب ہو گا۔<sup>(22)</sup>
- ۲۔ دوسرا قول: مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک جو ذمہ میں تھا وہی ادا کرنا ہو گا۔ کیونکہ فلوس مثلی ہے اور کساد کی وجہ سے اس میں مشایت کا وصف ختم نہیں ہوتا لہذا تمام مشایت کی طرح مثل ادا کرنا ہو گا۔<sup>(23)</sup>

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ فلوس کا مقصد عین نہیں ہے بلکہ اس کی مالیت ہے کساد کی وجہ سے اس کی مالیت ختم ہو گئی لہذا قیمت ادا کرنا لازم ہو جائے گا اور نہ مستحق پر ظلم واقع ہو گا۔<sup>(24)</sup>

۳۔ تیسرا قول: امام ابوحنیفہ کے نزدیک معاملہ فتح ہو جائے گا، بیع میں بیع واپس کرے گا اور اجارہ میں اجرت مثل ادا کرنا ہو گا۔ البتہ مہر یا قرض اور اقالہ کی صورت میں مثل ادا کرنا لازمی ہو گا۔ کیونکہ قرض کی صورت میں قیمت ادا کرنے سے ربانیسیہ ہو گا۔ (قرض کی صورت میں امام ابویوسف کی بھی بھی رائے ہے)۔<sup>(25)</sup>

<sup>(19)</sup> جیسا کہ ندو خلقی کے بحث میں گزر چکا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے اس موقف کی وجہ یہ ہے کہ مثلی چیزوں کا قرض دینا اعادہ ہے اسی طرح مثلی کو عاریت پر دینا قرض ہے۔ اور مثلی چیزوں کی قرض کی صورت میں معنوی طور پر عین کو واپس کرنا واجب ہے۔ مثلی چیزوں کے اعادہ (قرض) میں ثمنیت ایک اضافی امر ہے۔ اور اعادہ میں عین واپس کرنا ضروری ہے لیکن مثلی چیزوں کے قرض میں اصل خرچ کئے بغیر فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا لہذا ادائیگی کے وقت معنوی طور پر عین واپس کیا جائے گا جو کہ عدی مثل ہے۔ (ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ۲۲۰/۶)۔

<sup>(20)</sup> عالیہ کاسانی لکھتے ہیں، ولو استقرض فلوسا نافقة، وقبضها فكسدت فعليه رد مثل ما قبض من الفلوس عددا في قول أبي حنيفة وأبي يوسف، وفي قول محمد عليه قيمة، (الکاسانی، بدائع الصنائع، ۲۲۲/۵)۔

<sup>(21)</sup> کساد کی صورت میں صاحبین کے نزدیک بالعکویع فتح کرنے کا اختیار ہو گا، اگر وہ بیع فتح نہ کرے تو مشتری کو قیمت ادا کرنا لازم ہو گا۔ (الکاسانی، بدائع الصنائع، ۲۲۲/۵)۔

<sup>(22)</sup> ابن عابدین، رد المحتار، ۲۴۹/۵، (الکاسانی، بدائع الصنائع، ۲۲۲/۵)۔

<sup>(23)</sup> الخطاب، شمس الدین أبو عبد الله محمد بن محمد بن عبد الرحمن الطراویسی المغری، المعروف بالخطاب الرعنی المالکی (ت ۵۹۵ھ)، مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل (بیروت: دار الفکر، طبع سوم ۱۴۳۱ھ - ۱۹۹۲ء)، ابن قاضی شہبہ، بدر الدین أبو الفضل محمد بن أبي بکر الأسدی الشافعی ابن قاضی شہبہ، (۷۹۸ - ۸۷۴ھ) بدایۃ المحتاج فی شرح المنہاج (جدة، سعودی عرب: دار المنہاج للنشر والتوزیع، طبع اول، ۱۴۳۲ھ - ۲۰۱۱ء)، ۱۲۸/۲۔

<sup>(24)</sup> السرخسی، المبسوط، ۲۹/۱۲،

<sup>(25)</sup> الکاسانی، بدائع الصنائع، ۲۲۲/۵

اس استدلال کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ جب زر اصطلاحی میں انقطاع و کساد واقع ہو جائے تو اس کی قیمت سونا چاندی کی شکل میں ادا کیا جائے گا۔ اس صورت میں جنس تبدیل ہو جانے سے ربا کا پہلو ختم ہو گیا۔ پھر رہاں وقت جاری ہوتا ہے جب زر بطور زر (کرنی) راجح ہو۔ صورت مذکورہ میں زر اصطلاحی سلمع (سامان) کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ لہذا اس کی قیمت ادا کرنا ہو گا۔

### غلاور خص کا حکم:

زر اصطلاحی میں غلاور خص کی صورت میں موجہ ادائیگیوں پر کیا اثرات مرتب ہو نگے اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے:

- ۱۔ پہلا قول: امام ابو یوسف (مفہی بہ قول) اور ابن تیمیہ کی رائے میں قیمت ادا کرنا واجب ہو گا۔ مالکیہ میں سے الرہمنی بھی اس رائے کے قائل ہیں بشرطیکہ بہت زیادہ تغیر واقع ہو جائے۔<sup>(26)</sup>

- ۲۔ دوسرا قول: امام ابو حنیفہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کی رائے میں تغیرات کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ جس زر میں عقد ہوا ہے اسی زر میں ادائیگی ضروری ہے۔<sup>(27)</sup>

### دلائل:

#### قول اول کے دلائل درج ذیل ہیں:

- ۱۔ زر اصطلاحی میں رخص واقع ہونا عیب ہے۔ اس کی قبولیت قوت خرید کی وجہ سے ہے۔ قدر میں کمی کی وجہ سے قبولیت کا وصف فوت ہو جاتا ہے۔ اب اس میں عیب واقع ہونے کے باوجود دائن کو وہی چیز وصول کرنا لازم قرار دینا ظلم پر منی ہے اور عدل و انصاف کے منافی ہے۔

- ۲۔ قیمت میں نقص واقع ہونے سے تمثیل باقی نہیں رہتا اس کے باوجود عددی مثل لازم قرار دینے سے دائن پر ضرر واقع ہو گا۔

(26) ابن عابدین، محمد أمین افندي الشہیر بابن عابدین، ت ۱۲۵۲ھ، تنبیہ الرقوود علی مسائل النقود، (اطنیبول: سعادت، ۱۳۲۵ھ - ۱۹۰۷م).

علیہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ، علی قول أبي يوسف المفتی به لا فرق بين الكساد والانقطاع والرخص والغلاء في أنه يجب قيمتها يوم وقوع البيع أو القرض لا مثلها، ابن عابدین، رد المحatar، (۵۳۲/۲).

قاسم، عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، الدرر السنیۃ فی الأجویۃ النجدیۃ، (قاهرہ: المطبعة السلفیۃ، طبع ششم ۱۹۹۶ء)، ۲۰۸/۶، (قاهرہ: الہبتوی، منصور الہبتوی، منح الشفا الشافیات فی شرح المفردات، ۱۳۲۲ھ) ۱۷۰۔

الرسوی، محمد بن أحمد بن محمد بن يوسف الرسوی المالکی المغری، (ت ۱۲۳۰ھ)، حاشیۃ الامام الرسوی علی شرح الزرقانی لمختصر خلیل، (مصر: مطبعة الامیریۃ بولاق، ۱۳۰۲ھ)، ۱۱۸-۱۲۱/۵.

(27) محمد علیش ، منح الجلیل شرح مختصر خلیل، (بیروت: دار الفکر، طبع اول ۱۹۸۳ء)، ۵۳۱/۲، السیوطی، عبد الرحمن بن أبي بکر، جلال الدین السیوطی (ت ۹۱۱ھ)، الحاوی للفتاوی (بیروت، لبنان: دار الفکر للطباعة والنشر، طبع ۱۴۲۴ھ، ۲۰۰۳ء)، ۱/۱۱۶۔ ابن قدامہ، موفق الدین أبو محمد عبد الله بن أحمد بن قدامة المقدسی الجماعیلی الدمشقی الصالحی الحنبلی، (۱۴۱- ۶۲ھ) المحقق: الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركی، الدكتور عبد الفتاح محمد الحلو، المغنی ، (الرياض، سعودی عرب : دار عالم الكتب للطباعة والنشر والتوزیع، طبع سوم، ۱۹۹۷ء- ۱۴۱۷ھ)، ۳۳۲/۶۔

۳۔ قیاس: زر اصطلاحی میں کساد واقع ہو جائے تو قیمت لازم ہوتی ہے لزار خص کی صورت میں بھی یہی حکم ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں زر کی قیمت میں نقص واقع ہو جاتا ہے۔<sup>(28)</sup>

### دوسرے قول کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ غلاور خص سے زر اصطلاحی کی ثمنیت ختم نہیں ہو جاتی امداہی زر واجب ہو گا۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قدر میں کسی سے ثمنیت ختم نہیں ہوتی لیکن اس میں نقص پیدا کر دیتے ہیں اور لوگوں کے اعتقاد میں کمی واقع ہو جاتا ہے اور قبولیت کم ہو جاتی ہے جو کہ عیوب ہے جس کی بنیاد بر قیمت واجب ہو جائے گی۔

۲۔ زر اصطلاحی کی قدر میں کسی بیشی سے اس کی مشیلت کا وصف ختم نہیں ہوتا لہذا مثل لازم ہے۔

اس پر یہ اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ زر اصطلاحی سے اصل مقصد اس کا عین نہیں ہے بلکہ اس کی مالیت اور ثمنیت ہے۔ قدر میں کسی کی صورت میں اس کی معنوی مشیلت کمزور ہو جاتی ہے صرف صوری مشیلت باقی رہتی ہے۔ لہذا مثل ادا کرنے سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے مکمل ادا کی ہے کیونکہ معنوی مشیلت مفقود ہے۔

۳۔ زر اصطلاحی میں تغیر کی صورت میں قیمت ادا کرنا واجب قرار دینے سے ربا کارروازہ ہکلتا ہے۔ کیونکہ اس میں قرض کے عوض کی ادائیگی میں اضافہ دیا جائے گا۔

اس پر یہ اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ حرمت ربا کی علت ظلم اور اکل المال بالباطل ہے۔ ربا میں دائن جو اضافہ وصول کرتا ہے وہ بلا عوض ہے جبکہ زر اصطلاحی میں کسی کی صورت میں قیمت وصول کرنا اس قبل سے نہیں ہے کیونکہ یہاں دائن اپنے اصل زر میں واقع ہونے والے نقص کی قیمت وصول کرتا ہے۔ لہذا اس میں ظلم نہیں ہے۔ ظلم اس وقت ہو گا جب بلا مقابل اضافہ وصول کرے۔

۴۔ زر اصطلاحی میں تغیر سے ذمہ میں جو ثابت ہے اس میں تغیر لازم نہیں آتا جیسے کسی کے ذمہ گندم واجب پھر گندم کی قدر میں کسی بیشی ہو جائے تو وہی مقدار واجب ہو گی۔

اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ زر اصطلاحی مال کے لئے ایک معیار ہے اور وہ بذات خود مقصود نہیں ہے جبکہ گندم قوت ہے اور مقصود لذت ہے اس لئے قدر میں تغیر اس میں مؤثر نہیں ہو گا۔ جبکہ زر اصطلاحی میں رخص ایک موثر عیوب ہے۔<sup>(29)</sup>

<sup>(28)</sup> النشیعی، ڈاکٹر عجیل جاسم النشیعی، تغیر قيمة العملة في الفقه الاسلامي، (مجلة مجمع الفقه الاسلامي، الدورة الخامسة مؤتمر مجمع الفقه الاسلامي، العدد الخامس، الجزء الثالث، ١٤٣٠هـ - ١٤٢٢هـ - ١٩٨٨)، ٥/١٤٢٣ - ١٤٢٢هـ - ١٩٨٨ء۔ المنبع، عبدالله بن سليمان المنبع، بحوث وفتاوی فی الاقتصاد الإسلامي، (ریاض: دارالعالیم الكتب للطباعة والنشر والتوزیع، طبع ١٤٣٧هـ)، ١/١٨٣، ١٨٢، ١٨١، الجاسر، سلطان بن محمد الجاسر (ریاض: رسالہ ماجستیر جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ١٤٢٩هـ)، الاوراق النقدیۃ دراسہ فقہیہ، ١٤٢٨-١٤٢٥هـ۔

<sup>(29)</sup> الکاسانی، بدائع الصنائع، ٥/٢٢٢، السرخی، المبوط، ٢٩-٣٢، ١٤٢-١٤٣، حاشیۃ الرہوی، ٥/١٢١، النشیعی، تغیر قيمة العملة في الفقه الاسلامي (مجلة مجمع الفقه الاسلامي، الدورة الخامسة مؤتمر مجمع الفقه الاسلامي، العدد الخامس، الجزء الثالث، ١٤٣٠هـ - ١٤٢٢هـ - ١٩٨٨ء)، ٥/١٤٢٢،

درج بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات ظاہر اور اقرب الاصواب معلوم ہوتی ہے کہ زرا صلاحی میں بہت زیادہ تغیر واقع ہو جائے تو قیمت لازم ہوگی۔ کیونکہ رخص کی صورت میں اس میں عیب واقع ہوئی ہے اور معنوی مشیت کا وصف کمزور ہو گیا ہے۔ نیز فقہاء نے ضرر کے ازالہ کے لئے خیار عیب اور خیار غبن جیسے خیارات ثابت کئے ہیں۔ خیار عیب میجع میں عیب کی بنیاد پر اور خیار غبن شمن میں نقش کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

### پیپر کرنی میں تغیرات:

موجودہ دور کی پیپر کرنی میں بھی سابقہ نقد کی طرح تغیرات رونما ہوتے ہیں جن میں الغاء والرخص کے بارے میں درج ذیل سطور میں گفتگو ہو گی جس کو افراط زر اور تفریط زر کہا جاتا ہے۔

• **افراط زر (Inflation):** افراط زر کے مفہوم و معنی کے بارے میں معیشت دانوں میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اس کو دور جدید کے معیشت دانوں نے متعارف کرایا ہے۔ ان کے خیال میں اس سے مراد (هو ارتفاع مطرد في المستوى العام للأسعار) <sup>(30)</sup> یعنی عمومی سطح پر قیمتوں کا مسلسل اضافہ افراط زر ہے۔

اس تعریف کی روشنی میں افراط زر اس صور تحوال کو کہا جاتا ہے جس میں عمومی طور پر ہر قسم کے اشیاء اور خدمات کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہو جائے۔ اگر وقتی طور پر یا بعض اشیاء و خدمات کی قیمتوں میں اضافہ ہو جائے تو اسے افراط زر نہیں کہا جاتا۔

بعض نے اس کی تعریف میں کہا ہے کہ: (هو الزيادة الملحوظة في كمية النقود) <sup>(31)</sup> یعنی زر کی مقدار میں واضح اضافہ ہونا افراط زر کہلاتا ہے۔

اس تعریف میں زر کی بہتات اور افراط زر کے تعلق کو بیان کیا گیا ہے۔ یعنی زر کی مقدار میں حد سے زیادہ اضافہ سے اشیاء و خدمات کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ موجودہ دور کے معیشت دان محسن زر کے رسد میں اضافہ کو افراط زر کا سب قرار نہیں دیتے لیکن اسے کئی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ تصور کرتے ہیں۔

### افراط زر کی خصوصیات:

افراط زر کی تین خصوصیات ہیں جن پر معیشت دان متفق ہیں:

- ۱۔ قیمتوں میں اضافہ: افراط زر کے نتیجے میں اشیاء و خدمات کی قیمتوں میں لازمی طور پر اضافہ ہوتا ہے۔
- ۲۔ زر کے رسد میں اضافہ: جب قومی وسائل حکومت کی مالیاتی ضروریات پوری کرنے سے قادر ہو جاتے ہیں تو حکومت بنکوں، دیگر مالیاتی اداروں اور سرکاری کفارتوں یا بانڈز کی ضمانت پر قرضے حاصل کر کے مالیاتی معاملات کو چلاتی ہے۔ حکومت کے اس اقدام سے زر اعتباری (Credit Money) میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

الم Barney، بحوث وفتاوی في الاقتصاد الاسلامي، ١، ١٨٢، ١٨٣۔ الجسر، الاوراق النقدية دراسه فقهية، ٢٢٨-٢٢٥۔

<sup>(30)</sup> ہیکل، ڈاکٹر عبد العزیز، موسوعة المصطلحات الاقتصادية والإحصائية، (لبنان: دار النہضہ العربية، طبع دوم ١٣٠٦ھ)، ٦٧٣۔

<sup>(31)</sup> الروبي، د. نبيل، نظرية التضخم، (مؤسسة الثقافة الجامعية، الاسكندرية، طبع دوم)، ١٢۔

۳۔ اپنی تقویت کا خود باعث بنتا ہے: افراطیز کا چکر جب ایک دفعہ شروع ہو جاتا ہے، تو پھر خود بخود مضبوط سے مضبوط تر اور شدید سے شدید تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

### افراطیز کی قسمیں:

ماہرین معاشیات افراطیز کی مختلف نوعیت کے اعتبار سے مختلف قسمیں بیان کرتے ہیں۔

### شدت کے اعتبار افراطیز کی چند مشہور قسمیں ذکر کی جاتی ہیں:

- ۱۔ ریگنٹا ہوا افراطیز (creeping inflation): یہ عمومی طور پر بہت معمولی نوعیت کا تسلسل کے ساتھ قیمتوں میں اضافہ ہے۔ جس میں 3% سالانہ کے حساب سے قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اثر کے لحاظ سے افراطیز کی یہ سب سے ست رفتار قسم ہے۔ اس نے معيشت کے لئے زیادہ خطرناک تصور نہیں کیا جاتا۔
- ۲۔ اچھلتا ہوا افراطیز (Trotting Inflation): عموماً 3% سے ۶% سالانہ قیمتوں میں اضافہ کو کہا جاتا ہے۔
- ۳۔ تیز رفتار افراطیز (Running Inflation): قیمتوں میں سالانہ ۱۰% اضافے کو کہتے ہیں۔
- ۴۔ شدید افراطیز (Hyper Inflation): اس میں ہر ماہ قیمتوں میں ۳۰% تا ۳۰۰% کے حساب سے اضافہ ہوتے ہیں۔ اور کبھی ماہانہ قیمتوں میں اضافہ ۵۰%， کبھی ۱۰۰%， کبھی اس سے بھی زیادہ ہو سکتا ہے جیسے کہ ۱۹۹۵ میں برازیل میں ۵% تک پہنچ گیا تھا۔ اس طرح کی صورت حال میں معيشت بری طرح تباہ ہو جاتی ہے، کرنی کی حیثیت ختم جاتی ہے۔
- ۵۔ رکودی افراطیز (Stagflation): جب معيشت گرم بازاری کے بعد مراجعت (Recession) اور افراطیز کے اثرات سے بیک وقت دوچار ہوتی ہے، تو اسے رکودی افراطیز کہتے ہیں، اس میں ایک طرف پیداوار میں جمود کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور دوسری طرف قیمتوں میں اضافہ شروع ہو جاتا ہے۔ اپنے اثرات کے لحاظ سے یہ سب سے خطرناک قسم ہے۔ پہلے دو قسم کے افراطیز کو بعض ماہرین معاشیات کوئی خطرہ نہیں سمجھتے بلکہ معيشت کے لئے بہتر سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ معاشی ترقی کا محرك ہے۔

### توقع کے اعتبار سے افراطیز کی دو قسمیں ہیں:

- ۱۔ متوقع افراطیز: عمومی طور پر اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ماہرین کے بتابے ہوئے نسبت کے مطابق یا اس سے کم ہو تو یہ متوقع افراطیز ہے۔ ماہرین معاشیات موجودہ معاشری حالات کو سامنے رکھتے ہوئے مستقبل میں متوقع افراطیز کے بارے میں آگاہ کر دیتے ہیں جس سے افراطیز کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کو کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔
- ۲۔ غیر متوقع افراطیز: عمومی طور پر توقع کے برخلاف اچانک اشیا و خدمات کی قیمتوں میں اضافہ ہو جائے تو یہ غیر متوقع افراطیز کہلاتا ہے۔

اکثر افراط ازد کی نویت اس قسم کی ہوتی ہے کیونکہ افراط رواتع ہونے کے متعلق چانپنا مختلف عوامل کی وجہ سے مشکل کام ہوتا ہے۔ موقع افراط ازد کا اندازہ سابقہ یا مستقبل کے معاشی حالات کو پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ ان دونوں میں اشکال موجود ہے کیونکہ ماضی کے حالات و عوامل ہمیشہ وہی نہیں رہتے جس سے معاملہ مختلف ہو جاتا ہے جبکہ مستقبل کے عوامل محض اندازہ ہے جو کہ تبدیل ہو سکتا ہے اور کبھی ایسے حالات کا سامنا ہو جاتا ہے جو کسی کے وہم و مگان میں نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے ماہرین معاشیات مختصر میعادی (short Term) توقعات کو ترجیح دیتے ہیں تاکہ غلطی کا امکان کم سے کم رہے۔

### قدر زر میں تغیرات پیدا کرنے والے عوامل:

زر کی تدریمیں تبدیلی کے کئی اسباب ہیں۔ جن میں سے چند ایک مختصر ایمان کیا جاتا ہے:

- ۱۔ زر کی مقدار: اگر زر کی مقدار بڑھ جائے تو اشیاء کی قیمتیں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور کرنی کی قدر کم ہو جاتی ہے۔
- ۲۔ پیداوار کی مقدار: اگر ملک میں زرعی یا صنعتی پیداوار کی مقدار بڑھ جائے تو ان اشیاء کی قیمتیں گردی اور کرنی کی قدر بڑھ جاتی ہیں۔ اس کے برعکس اگر اشیاء کی مقدار کم ہو جائے تو ان اشیاء کی قیمتیں چڑھ جاتی ہیں اور کرنی کی قیمت گردی اور کرنی کی قدر بڑھ جاتی ہے۔
- ۳۔ زر کی گردش کی رفتار: اگر زر کی گردش کی رفتار تیز ہو جائے تو زر کی اکائی پہلے سے زیادہ مرتبہ اشیاء خریدنے کے لئے استعمال ہو گی جس سے قیمتیں چڑھ جاتی ہیں اور زر کی قدر کم ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس جب سرد بازاری کے دوران زر کی گردش کی رفتارست پڑ جاتی ہے تو قیمتیں گردی اور زر کی قدر بڑھ جاتی ہے کیونکہ لوگ کرنی خرچ کرنے کے بجائے اپنے پاس رکھنا پسند کرتے ہیں۔
- ۴۔ آبادی کی تعداد: اگر آبادی بڑھ جائے لیکن اشیاء کی پیداوار جوں کی توں رہی تو طلب بڑھ جاتی ہے جس کے نتیجے میں قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اور زر کی قدر کم ہو جاتی ہے۔
- ۵۔ طلب میں کمی بیشی: بعض اوقات غیر متوقع ہنگامی صور تحال مثلاً جنگ وغیرہ کے باعث اشیاء کی مانگ بڑھ جاتی ہے اور قیمتیں کمی بڑھ جاتی ہے اور زر کی قدر رکھت جاتی ہے۔
- ۶۔ سرکاری بجٹ: اگر کسی سال حکومت کی متوقع آمدنی اس کے اخراجات سے کم ہو جائے تو مرکزی بینک سے قرض لے کر خسارہ پورا کرتی ہے جس کے باعث افراط ازد رونما ہو جاتا ہے اور اشیاء کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔
- ۷۔ بیرونی تجارت: اگر کسی ملک کی بیرونی ادائیگیوں کا توازن خراب ہو جائے یعنی برآمدات کم اور درآمدات زیادہ ہوں تو ملک کے اندر بھی زر کی قیمت گھٹ جاتی ہے۔ کیونکہ بیرونی مصنوعات کی ادائیگی غیر ملکی کرنی میں کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس مقصد کے لئے مطلوبہ کرنی خریدنا پڑتا ہے جس کے نتیجے میں ملکی کرنی کی طلب کم ہو جاتی ہے جبکہ غیر ملکی کرنی کی طلب بڑھ جاتی ہے۔ طلب و رسہ کی اس تبدیلی کی وجہ سے ملکی کرنی کی شرح تبادلہ (exchange rate) کم ہو جاتی ہے۔ یعنی ملکی کرنی کی قیمت گردی جاتی ہے۔

۸۔ مصوّلات: اگر حکومت درآمد ہونے والی اشیاء پر بھاری محصول لگادے تو ان اشیاء کی قیمت بڑھ جاتی اور زر کی قدر گھٹ جاتی ہے۔<sup>(32)</sup>

### • تفریطِ زر (Deflation) •

افراطِ زر کے بر عکس صوّحال کا نام تفریطِ زر ہے۔ تفریطِ زر کی صورت میں قیمتیں گردی ہوتی ہیں اور کرنی کی قدر بڑھ رہی ہوتی ہے۔ تفریطِ زر اس وقت ہوتی ہے جب زر کی رسید میں کمی کی وجہ سے اشیاء و خدمات کی پیداوار کے مقابلہ میں قیمتوں میں زیادہ کمی ہو رہی ہوتی ہیں۔ اس حالت میں معاشی سرگرمیاں کم ہو جاتی ہیں جس سے بے روزگاری بڑھ جاتی ہے اور پیداواری سرگرمیاں بھی کمزور پڑھ جاتی ہیں۔<sup>(33)</sup>

ذیل کے سطور میں فقہاء کی آراء کی روشنی میں ان کے احکام اور موں جل ادایگیوں پر ان کے اثرات ذکر کئے جائیں گے۔

#### قدرِ زر کے تغیرات کے اثر و متناج:

قدرِ زر کے تغیر سے تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں پر ایک جیسا اثر مرتب نہیں ہوتا بلکہ کسی طبقہ پر بر اثر مرتب ہوتا ہے۔ ذیل سطور میں ان اثر و متناج کا مختصر اجائزہ پیش کیا جائے گا۔

#### قرضوں پر اثر:

افراطِ زر سے متاثر ہونے والا طبقہ قرض دہنده گان (Creditors) ہیں۔ جب قیمتیں چڑھ جاتی ہیں تو جنہوں نے قرض دے رکھا ہے ان کو نقصان ہوتا ہے کیونکہ انہیں اپنا قرض واپس ملتا ہے تو اس کی قدر پہلے سے گرچکی ہوتی ہے۔ اس کے بر عکس تفریطِ زر میں قرض دہنده کا فائدہ ہو گا کیونکہ اس کی طرف سے قرض دی ہوئی رقم کی قوت خرید میں اضافہ ہوا ہوتا ہے۔

#### اجرتوں پر اثر:

افراطِ زر سے مختلف فیکریوں کے مزدوروں کا طبقہ متاثر ہو جاتا ہے۔ افراطِ زر کے نتیجے میں اشیاء کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں لیکن ان کو اجرت وہی ملتی ہے جو پہلے سے چلی آ رہی ہے۔ اس سے اس طبقہ کا نقصان ہوتا ہے۔

#### دیگر امور پر اثر:

قدرِ زر میں تغیرات سے صنعتوں اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد بھی متاثر ہوتے ہیں۔

<sup>(32)</sup> لمصلح، خالد بن عبد اللہ، *التحريم النهري في الفقه الإسلامي*، (www.almosleh.com)، ص: ۸۲ و مابعدہ، ڈاکٹر مولانا عصمت اللہ، مسئلہ زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے، (ادارة المعارف کراپی، ۱۲، طبع ستمبر ۲۰۰۹) ص: ۲۹۶ و مابعدہ، الوزنی، ڈاکٹر خالد، والرافعی، ڈاکٹر احمد، مبادی الاقتصاد الكلی بين النظرية والتطبيق، (دار وائل للنشر طبع سوم ۱۹۹۹ء)، ۲۵۶، خلیل، ڈاکٹر سامی خلیل، النظريات والسياسات النقدية، (شركة كاظمة - الكويت، طبع اول ۱۹۸۲ء)، ۲۲۱۔

<sup>(33)</sup> ہیکل، ڈاکٹر عبدالعزیز، موسوعة المصطلحات الاقتصادية و الإحصائية، ۸۵۰۔

- ۱۔ کسان اور تاجر پر افراط از رکے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں کیونکہ ان کی پیداوار اکی قیمت بڑھ جاتی اور ان کی آمدنی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔
- ۲۔ زرعی و صنعتی اشیاء کی پیداوار افراط از رکے نتیجہ میں بڑھ جاتی ہے اور نئی سے نئی اشیاء کی بیٹ میں دستیاب ہو جاتی ہے۔
- ۳۔ سرمایہ کاری اور روزگار پر بھی افراط از رکے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں کیونکہ جب اشیاء کی قیمتیں بڑھیں گی تو نئے کار خانے کھلیں گے لوگ کار و بار اور تجارت میں دلچسپی لیں گے۔ اس طرح سرمایہ کاری میں اضافہ ہو گا اور روزگار کے موقع میسر آئیں گے۔
- ۴۔ تقسیم دولت پر افراط از رکے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سے تقسیم دولت میں بے اعتدالی پیدا ہو جاتی ہے۔

#### خلاصہ: افراط از رکے:

- ۱۔ قرض خواہ، مزدور اور تقسیم دولت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔
- ۲۔ کسان، تاجر، صنعت کار، پیداوار، سرمایہ کاری، اور روزگار پر ثابت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

#### قیمتوں کا اشاریہ (Price Index)

اس کو انڈکس نمبر (Index Numbers) کہی جاتی ہے۔ عام اشیاء کی قدر از رکی مدد سے مانی جاتی ہے لیکن خود از رکی قدر اشیاء کی قیمتوں کے معیار سے پر کھلی جاتی ہے۔ مثلاً سال قبل ایک ہزار روپے کی قدر ایک من گندم کے برابر تھی لیکن آج صرف دس گلو گندم کے برابر ہے۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کرنی کی قدر اس وقت زیادہ تھی کیونکہ اس کے بدلتے زیادہ چیزوں آئیں اور اب کم ہو گئے ہے کیونکہ چیزوں کم ہو گئیں۔

#### اشاریہ (Index) کا طریقہ اور مراحل:

زر کی پیمائش کا طریقہ کس طرح ہو گا؟

آج کل ہم سنتے ہیں کہ مہنگائی (افراط از رک) ۳۵% سے ۳۵% تک ہو گئی ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ سال ۲۰۲۱ء میں چینی ۱۰۰ روپے کلو تھی اور ۲۰۲۳ء میں ۱۲۵ روپے ہو گئی ہے تو مہنگائی ۲۵% بڑھ گئی ہے؟ معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ زر کی پیمائش کے لئے ایک طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ چند کشوریں الاستعمال اشیاء منتخب کئے جاتے ہیں اور تاریخوں کے حساب سے ان کی قیمتوں کا موازنہ (Comparison) کیا جاتا ہے۔ اس کو اشاریہ (Index) کہا جاتا ہے۔

قرضوں کا قیمتوں کے اشاریہ کے ساتھ تعلق کے حوالے سے معافی ماہرین جو طریقہ اختیار کرتے ہیں اس کا مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے:

کوئی بھی کرنی بذات خود مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس کے ذریعے دیگر اشیاء و خدمات خریدی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے کرنی کی ود

قیمتیں ہوتی ہیں:

1. ظاہری قیمت (Face Value): یعنی وہ قیمت جو کرنی پر لکھی ہوتی ہے۔
2. حقیقی قیمت (Real Value): اشیاء و خدمات کا وہ مجموع ہے جو اس کرنی کے ذریعے خریدنا ممکن ہے۔ معیشت دان اس مجموع کو اشیاء کی ٹوکری (Basket of Goods) کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر
- زید کی تینواہ ۲۰ ہزار روپے ہے۔ تو یہ اس کی ماہانہ آمدنی کی ظاہری قیمت ہے۔
  - زیدیہ ۲۰ ہزار روپے ذیل اشیاء و خدمات میں صرف کرتا ہے:
- گندم ۳۰ کلو، کپڑا ۲۰ میٹر، گوشت ۱۰ کلو، دال ۱۵ کلو، چائے ایک کلو، مکان کا کرایہ، بچوں کے سکول اور طبی معاینہ فیس۔ یہ اشیاء و خدمات کی ٹوکری (Basket of Goods & Services) ہے۔ اور یہ ٹوکری ۲۰ ہزار روپے کی حقیقی قیمت ہے۔

ٹوکری میں موجود اشیاء ایک طرح کی اہمیت کا حامل نہیں ہوتے بلکہ بعض چیزوں کی اہمیت دوسروں سے زیادہ ہوتی ہے۔ مثلاً گندم کپڑے کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہے اور کپڑا چائے کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ لہذا چائے کی قیمت میں اضافہ سے اتنی مشکلات نہیں ہوتی جتنی گندم کی قیمت میں اضافہ سے ہوتی ہے۔ لہذا کرنی کی حقیقی قیمت میں تبدیلی کو اشیاء کی قیمتوں میں اوسط تبدیلی کے ذریعے معلوم کرنے کے لئے ماہرین معاشیات ہر چیز کی ایک خاص اہمیت فرض کرتے ہیں۔ پھر اہمیت کی بنیاد پر ان اشیاء کے لئے الگ الگ نمبر مقرر کرتے ہیں جسے چیزوں کا وزن (Weight of Commodity) کہتے ہیں۔ اور اس طرح کے اشاریہ کا وزن دار اشاریہ (Weighted Index Number) کہا جاتا ہے۔

اگر اشاریہ میں ٹوکری میں موجود تمام اشیاء کو ایک ہی وزن دیا جائے تو اس کو سادہ اشاریہ (Simple Index Number) کہا جاتا ہے۔

### اشاریہ بنانے کے مرحلے:

اشاریہ بنانے کے مختلف مرافق درج ذیل ہیں:

- ۱۔ اہم اشیاء کا انتخاب کیا جاتا ہے۔
- ۲۔ ہر شے کو اس کی اہمیت کے مطابق ایک خاص وزن دیا جاتا ہے۔
- ۳۔ بنیادی سال کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ یہ سال نارمل ہونا ضروری ہے۔ جس میں معاشی لحاظ سے کوئی غیر معمولی واقعہ رونما نہ ہو اہو۔ اور قیمتوں میں بہت زیادہ تغیر و تغییر نہ ہوا ہو۔ یہ نہ قحط کا سال ہو، نہ بہتات کا، نہ جنگ کا زمانہ اور نہ طویل امن کا۔
- ۴۔ بنیادی سال کے مقابلہ میں اس سال کا انتخاب کیا جاتا ہے جس کی قیمتوں کے ساتھ بنیادی سال کی قیمتوں کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔
- ۵۔ دونوں سالوں کے درمیان قیمت کی تبدیلی کا اوسط نکالا جاتا ہے۔
- ۶۔ اوسط تبدیلی کو اشیاء کے وزن کے سے ضرب دی جاتی ہے۔
- ۷۔ حاصل ضرب کو جمع کیا جاتا ہے، حاصل جمع دونوں سالوں کی قیمتوں کا فرق ہوتا ہے۔

اس کی وضاحت کے لئے درج ذیل نقشہ ملاحظہ کیجئے!

(۱) اشیاء	(۲) وزن	(۳) ۲۰۰۳ء	(۴) ۲۰۰۳ء	(۵) تبدیلی اوسط	(۶) نتیجہ ضرب
گندم	۵۰%	۳۰ کلو = ۳۰۰۰ روپے	۳۰ کلو = ۳۰۰۰ روپے	۳۰۰۰/۲۰۰۰ روپے	۱.۰
کپڑا	۲۰%	۲۰۰ روپے فی میٹر	۲۰۰ روپے فی میٹر	۲۰۰/۲۰۰ روپے	۰.۶
مکان	۳۰%	۵۰۰۰ روپے ماہانہ کرایہ	۵۰۰۰ روپے ماہانہ کرایہ	۵۰۰۰/۵۰۰۰ روپے	۰.۹
ٹوٹل:					۲.۵

### وضاحت:

- ۱۔ کالم نمبر ۱: انسان کی بنیادی ضروریات میں میں سب سے اہم اشیاء گندم / کھانا، کپڑا اور مکان ہیں۔ لہذا ان تینوں کا انتخاب کیا گیا۔
- ۲۔ کالم نمبر ۲: یعنی ایک شخص اپنی آدمی کا ۵۰% نیصد کھانے پر، ۲۰% نیصد کپڑے پر اور ۳۰% نیصد رہائش پر خرچ کرتا ہے۔
- ۳۔ کالم نمبر ۳: دونوں سال کی قیتوں کا مقابل کیا گیا۔ مثلاً ۲۰۱۳ء میں تیس کلو گندم کی قیمت ۲۰۰۰ روپے تھی جو سال ۲۰۲۳ء میں بڑھ کر ۳۰۰۰ روپے ہو گئی۔
- ۴۔ کالم ۵: میں دونوں سالوں کی قیتوں کی تبدیلی کا اوسط نکالا گیا۔ جس کے لئے ۲۰۱۳ء کی قیتوں کو ۲۰۲۳ء کی قیتوں پر تقسیم کیا، یعنی  $۳۰۰۰/۲۰۰۰ = ۲$  یہ اوسط تبدیلی ہے۔
- ۵۔ کالم ۶: میں اوسط تبدیلی کو اشیاء کے وزن کے ساتھ ضرب دیا یعنی  $(۲ \times ۵۰\%) = ۱.۰$ ۔
- ۶۔ ٹوٹل / مجموعہ: سے مراد یہ ہے کہ اوسط تبدیلی کو اشیاء کے وزن میں ضرب دینے سے جو حاصل ضرب نکلا ہے، ان کو جمع کیا تو نتیجہ ٹوٹل / مجموعہ ہے۔ یعنی:  $(۰.۹ + ۰.۶ + ۱.۰) = ۲.۵$

(۲.۵) کامطلب ہے کہ اشیاء کی ٹوکری جو سال ۲۰۱۳ء میں ایک شخص ۱۰۰ روپے میں خرید سکتا تھا وہ سال ۲۰۲۳ء میں ۲۵۰ روپے میں خرید سکے گا۔ کیونکہ کرنی کی حقیقی قیمت میں ان دس سالوں میں 25% کے تناوب سے کمی واقع ہو گئی ہے۔ فرض کریں کہ ایک شخص نے دس سال قبل ۱۰۰ روپے میں ایک مخصوص اشیاء کی ٹوکری (مثلاً آٹا ایک کلو، دال ایک پاؤ اور پھل ایک کلو) خرید لیا تھا لیکن آج وہی چیزیں خریدنے کے لئے اس کو ۲۵۰ روپے کی ضرورت ہو گی۔ اس کامطلب ہے کہ روپیہ کی قدر میں کمی واقع ہوئی ہے۔ اس وقت ۱۰۰ روپے میں وہ زیادہ سے زیادہ ایک پاؤ دال خرید پائیں گے جبکہ آٹا اور پھل خریدنے کے لئے اس کو مزید ۵۰ روپے درکا ہو گی۔ درج بالا حساب و کتاب کی روشنی میں اگر ہم فرض کریں کہ ایک شخص کی ماہانہ آدمی سال ۲۰۱۳ء میں مبلغ ۲۰۰۰ روپے تھی جو کہ بڑھ کر سال ۲۰۲۳ء میں مبلغ ۳۰۰۰ روپے ہو گئی۔ اس کی ماہانہ تنخواہ کی قیمت اور حیثیت کا حساب ذیل طریقہ سے کیا جائے گا۔

کیفیت	حقیقی قیمت (Real value)	زیادتی کا تناسب	ظاہری قیمت (Face value)	سال
۱.۰ / ۲۰۰۰۰	۲۰۰۰۰ روپے	۱.۰	۲۰۰۰۰ روپے	۲۰۱۳ء
۲.۵ / ۳۰۰۰۰	۳۰۰۰۰ روپے	۲.۵	۳۰۰۰۰ روپے	۲۰۲۳ء

سال ۲۰۱۳ء (بنیادی سال) میں تنخواہ ۲۰ ہزار روپے تھی جبکہ سال ۲۰۲۳ء میں اس کی تنخواہ ۳۰ ہزار ہو گئی ہے۔

اشاریہ (index) کے طریقہ کار کے مطابق حساب و کتاب سے یہ بات سامنے آئی تھی کہ گزشتہ دس سالوں میں (۲.۵) کے تناسب سے قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ لہذا موجودہ تنخواہ مبلغ ۳۰ ہزار روپے کو اسی تناسب (۲.۵) پر تقسیم کیا گیا تو مبلغ ۱۶ ہزار روپے آگئے جو کہ چالیس ہزار روپے کی حقیقی قیمت ہے۔ دس سال قبل کے مقابلہ میں اس شخص کی تنخواہ میں عدالت اعتبر سے اضافہ ہوا ہے لیکن حقیقی اعتبار سے ۴ ہزار روپے کم ہو گئی ہے کیونکہ اس کی قوت خرید میں کمی واقع ہو گئی ہے۔

گویا کہ سال ۲۰۲۳ء میں ۳۰۰۰۰۰ روپے کے ۲۰۱۳ء کے مساوی ہو گئے۔ لہذا گر کسی نے سال ۲۰۱۳ء میں مبلغ ۱۶۰۰۰ روپے قرض لئے تھے تو اب ۲۰۲۳ء میں ۳۰۰۰۰۰ روپے واپس کرے بصورت دیگر حد تار پر ظلم ہو گا۔ اس وجہ سے بعض ماہرین معاشیات قرض کو اشاریہ (Index) کے ساتھ منسلک کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں اور اسی کے حساب سے قرض کی ادائیگی پر زور دیتے ہیں۔

چونکہ اشاریہ (price index) افراط از رکی شرح کو ظاہر کرتی ہے۔ جس کے ذریعے قرض میں دی گئی رقم کی اصل قیمت معلوم ہو جاتی ہے۔ لہذا اس کے مطابق قرض کی ادائیگی کرنے سے حقیقی قیمت ادا ہو جائے گی جو کہ واجب الاداء رقم کی ظاہری قیمت (Face value) سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے، اس طرح دائن کو قرض کی حقیقی قیمت مل جائے گی اور اس کے ساتھ نا انصافی کا پہلو باقی نہیں رہے گا۔

### اشاریہ (Index System) سے متعلق مسائل:

قیمتوں کے اشاریے میں اشیاء اور خدمات کی قیمتوں میں کمی یا بیشی کا جو تناسب نکالا جاتا ہے وہ تقریبی ہے جس کی بنیاد ایک مخصوص حسابی طریقہ ہے جو اندازہ اور تنخیل کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس حسابی طریقہ میں درج ذیل اشکالات پائے جاتے ہیں:

- ۱۔ اشیاء کی تعیین: ہر انسان کی ضروریات دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ لہذا ایک شخص کی اشیاء کی ٹوکری بھی دوسرے سے مختلف ہو گی۔ لیکن اشاریہ میں درج ٹوکری صرف ایک ہے جس میں اشیاء و خدمات کو استعمال کرنے والوں کی کثرت کی بنیاد پر درج کیا جاتا ہے۔ اس طرح اس میں بعض دفعہ ایسی اشیاء بھی درج ہو جاتی ہیں جن کی بعض لوگوں کو کبھی ضرورت پیش نہیں آتی۔ لہذا ان افراد کے اعتبار سے یہ اشاریہ درست نہیں ہو سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اشاریہ میں بعض اشیاء محض اندازہ سے درج کی جاتی ہے۔
- ۲۔ اشیاء کے وزن کی تعیین: اشیاء و خدمات کے وزن اور صارفین کے اعتبار سے اس کی اہمیت کے تعین میں بھی اندازہ سے کام لیا جاتا ہے۔ بعض اوقات ایک چیز ایک شخص کے نزدیک بہت اہمیت کی حامل ہوتی اور وہی چیز دوسرے کے لئے کوئی اہمیت نہیں

رکھتی۔ اشاریہ میں جس چیز کی اہمیت فرض کی جاتی ہے وہ تمام صارفین کے اعتبار سے ہے اور یہ درمیانی اوس ط کی بنیاد پر فرض کی جاتی ہے جو محض اندازہ و تخمین سے نکالی جاتی ہے۔

**۳۔ اشیاء کی قیمت کا تعین:** ایک ہی چیز کی قیمت مختلف شہروں اور اور جگہوں کے اعتبار سے مختلف ہو گی۔ ایک ملک کا اشاریہ بنانا ہو تو اس کے تمام شہروں اور دیہاتوں کے قیمتوں کا درمیانی اوس ط نکال کر اشاریہ بنایا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے یہ اوس ط اندازہ اور تخمین کے ذریعے نکالا جاسکے گا۔

**۴۔ بعض پہلوؤں کا نظر انداز ہوتا ہے:** اشاریہ کے حساب و کتاب میں معاشی اخراجات پر اثر انداز ہونے والے کئی سیاسی، سماجی اور معاشی پہلوؤں کو نظر انداز کیا جاتا ہے جس سے بعض دفعہ اشاریہ درست یا مکمل تصویر پیش نہیں کرتا۔

(مثال کے طور پر حکومتیں انتخابی نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے عوام میں اپنی مقبولیت پیدا کرنے کے لئے اشاریوں کو مستلزم دیکھانے کی کوشش کرتے ہیں، بعض ضروری اشیاء یا بعض صنعتوں کو حکومت سب سیڈی دیتی ہے جس سے مارکیٹ میں ان کی قیمتیں کم دیکھائی دیتی ہیں، بعض دفعہ حکومتیں شرح سود کو کم کر دیتے ہیں جس کا معیشت پر طویل المدى اثر پڑتا ہے جس کو اشاریوں میں ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا، بعض اوقات وقتی معاشی بحران اور قدرتی آفات مکمل طور پر اشاریوں میں شامل نہیں کیا جاتا، مختلف سماجی طبقات دیہاتی علاقوں کے افراد، غریب و محروم طبقات کے لئے ضروریات زندگی کی قیمتوں میں اضافہ کا اثر زیادہ ہوتا ہے لیکن اشاریہ میں ان عوامل کو نظر انداز کر کے شہر کی اوس ط قیمتوں کو مد نظر رکھ کر مرتب کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اشاریہ مکمل معاشی منظر کی عکاسی نہیں کرتا۔)

**۵۔ طویل وقت:** اشاریہ بندی کے لئے معلومات جمع کرنے، اعداد و شمار کرنے اور جائزہ و پڑتاں کر کے اعلان کرنے میں کافی وقت صرف ہو جاتا ہے جس سے اشاریہ حال کا نہیں بلکہ کئی ماہ قبل کا بن جاتا ہے۔

**۶۔ بنیادی سال کے انتخاب میں دشواری:** بنیادی سال جس میں قیمتوں میں تبدیلی کی پیمائش کی جاتی اس کی تعین میں دشواری پیش آتی ہے۔ جس سال کو بنیاد بنا�ا جاتا ہے اس سال کی اشیاء کی ٹوکری میں شامل اشیاء پر صارف کے بعد کے سالوں میں اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کچھ اشیاء و خدمات اساسی سال کے بعد صارف کے ہاں اہمیت کی حامل ہو جاتی ہیں جو ٹوکری میں سرے سے موجود ہی نہیں ہوتیں۔ اس طرح کی تبدیلیوں کا اشاریہ میں خیال نہیں کیا جاتا۔ لہذا اشاریہ تخمین اور اندازہ پر مبنی ہے۔<sup>(34)</sup>

### مؤجل ادائیگیوں کو اشاریہ سے مسلک کرنے کا شرعی حکم

اشاریہ پر وارد ہونے والے اشکالات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اشاریہ اپنے تمام مراحل میں اندازہ و تخمین پر مبنی ہے اگر کسی جگہ پر حسابات میں باریک بینی اور پوری احتیاط بھی کیا جائے تو بھی اس کا نتیجہ زیادہ سے زیادہ تقریبی تو ہو سکتا ہے یعنی اور واقعی نہیں کہہ سکتے۔ اگر قرضوں کو اشاریہ سے مسلک کیا جائے تو قرض کی ادائیگی میں حقیقی مشیت نہیں ہو گی۔ کیونکہ اشاریہ کے ذریعے بھی زرکی مکمل

(34) المصلح، خالد بن عبد اللہ، *التخميم النقدى في الفقه الاسلامى*، ۸۲، وما بعدها، ڈاکٹر مولانا عصمت اللہ، مسلکہ زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے، ۲۹۹، ۲۹۹، وما بعدها، ڈاکٹر محمد بن علی، مقدمة في النقود والبنوك، (مکتبہ دار جدہ، طبع اول، ۱۴۲۷ھ)، ۲۹۳، وما بعدها۔

حقیقی قیمت معلوم نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک تخمینی اور تقریبی قیمت ہے۔ مثلاً اشاریہ کے طریقہ کار میں بیان کیا جا پکا ہے کہ سال ۲۰۱۳ میں کسی نے ۱۶۰۰۰ روپے قرض لیا ہے تو سال ۲۰۲۳ء میں اشاریہ کے حساب سے اس کی قیمت ۳۰۰۰۰ روپے ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ حساب بھی حقیقی نہیں ہے بلکہ تقریبی ہے۔ ممکن ہے اس کی قیمت ۳۵۰۰۰ ہزار ہوئی ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ اس کی قیمت ۳۵۰۰۰ روپے ہو چکی ہو۔ اشاریہ کے حساب میں کچھ موثرات نظر انداز ہو گئے ہوں اور درست قیمت نکالنے میں غلطی رہ گئے ہو۔ اس طرح قرض کی ادائیگی میں ربا کا امکان ہے۔ فقهاء نے ربا کی تعریف یہ کی ہے کہ

"الزيادة على رأس المال. قلت أو كثرت."<sup>(35)</sup>

(یعنی اصل زر پر اضافہ وصول کرنا چاہے کم یا زیادہ اضافہ وصول کرے وہ ربا ہے۔)

لہذا قرضوں کی ادائیگی کا قیتوں کے اشاریہ سے منسلک کرنا درست نہیں ہے۔<sup>(36)</sup>

### افراط زر کی صورت میں موجہ ادائیگیوں پر اثر:

موجودہ پیپر کرنی میں افراط زر کی وجہ سے قرض دہندہ کو لاحق ہونے والے نقصان اور ضرر کے ازالہ کے لئے قیمت لازم قرار دیا جاسکتا ہے یا مشل واجب ہے؟

اس بارے میں معاصر فقهاء کے آرائخ مختلف ہیں جن میں سے چند اہم آراء کا تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

۱۔ پہلا قول: شیخ احمد الزرقا، شیخ مصطفیٰ الزرقا، ڈاکٹر علی القردانی وغیرہ کی رائے کے مطابق قرض خواہ پر حقیقی قیمت ادا کرنا واجب ہے، (جو کہ ظاہری قیمت face value) سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ (مثال کے طور پر اگر قرض خواہ نے ۱۶ ہزار قرض لیا ہوا تھا تو دس سال بعد اس کی حقیقی قیمت مبلغ ۳۰ ہزار روپے ادا کرنا ہو گا۔)<sup>(37)</sup>

۲۔ دوسرا قول: بہت سے معاصر فقهاء کے رائے میں مثل ادا کرنا واجب ہے۔ افراط زر کا کوئی اعتبار نہیں ہے قرض خواہ کو اصل رقم ادا کرنا ہو گا۔ مجمع الفقہ الاسلامی نے اپنے پانچویں اجلاس میں یہی رائے قائم کی تھی۔<sup>(38)</sup>

۳۔ تیسرا قول: مدیون پر مثل ادا کرنا واجب ہے الایہ کہ شدید افراط زر میں قرض دہندہ پر بہت زیادہ ضرر واقع ہو جائے، اور کثرت کی حد ثلث قیمت تک پہنچ جائے تو اس صورت میں قیمت ادا کرنا واجب ہو گا۔

<sup>(35)</sup> سید سابق، فقہ السنة، (بیروت، لبنان: دار الكتاب العربي، طبع سوم ۱۴۳۹ھ-۱۹۷۷ء)، ۱۳۰/۳۔

<sup>(36)</sup> عثمانی، مفتی تقی، فقہی مقالات، (کراچی: میمن اسلامک پبلشرز، ۱۹۹۲ء)، ۳۹/۱، ۱۴۰۳ھ، ڈاکٹر مولانا عصمت اللہ، مسئلہ زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے، ص ۳۲۵۔

<sup>(37)</sup> الزرقا: شیخ احمد، شرح القواعد الفقهیة، (دار المغرب الإسلامی، طبع اول، ۱۴۰۳ھ، ۱۷۳)، کمی: محمد احمد: فتاویٰ مصطفیٰ الزرقا، (مشق: دار القلم، طبع اول ۱۴۲۰ھ)، ۲۳۰، واغی، علی القرہ، قاعدة المثلی والقییی فی الفقہ الإسلامی، (طبع اول ۱۴۱۳ھ)، ۲۳۵۔

<sup>(38)</sup> مجمعۃ مجۃ الفقہ الاسلامی، ۲۲۶۱/۳/۵، (قرار نمبر: ۵/۳)۔

مثال کے طور پر قابل ادارہ مبلغ ۳۰۰۰۰ روپے تھی لیکن ادا نیگی میں تاخیر کی وجہ سے چند سال گزرنے کے بعد اس کی حقیقت ۲۰ ہزار روپے ہو گئی ہے۔ اس صورت میں افراط زر کی وجہ سے کرنی کی قیمت ایک تہائی یعنی ۰۱ ہزار کم ہو گی ہے لہذا قرض خواہ کو قرض کی حقیقی قیمت مبلغ ۳۰ ہزار روپے ادا کرنا ہو گا۔ (۳۰۰۰۰ = ۱۰۰۰۰)۔

البته بینک میں کرنٹ اکاؤنٹ ڈپاٹ کی صورت میں ڈپازٹر کو اپنی اصل رقم ملے گی جو اس نے اکاؤنٹ میں جمع کیا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکاؤنٹ ہولڈر، مدین (بنک) کے پاس رقم اپنی مکمل اختیار اور رضامندی کے ساتھ چھوڑتا ہے کیونکہ بینک ڈپازٹر جب چاہے اپنی رقم نکال سکتا ہے اور اس رقم کو افراط زر سے بچا کر کسی فائدہ مند تجارتی سرگرمی میں لگا سکتا ہے۔ گویا کہ وہ رقم اس کے اپنے پاس ہونے کے مترادف ہے۔ اگر وہ بینک سے نکال کر تجارتی سرگرمی میں لگائے بغیر اپنے پاس محفوظ رکھتے تو بھی اسی طرح افراط زر کا شکار ہو جائے جبکہ اس کے مقابلے میں قرض دہنده کو قرض میں اور بالعکس کو بیع موجل میں مدین مطالبہ پر بروقت ادا نیگی نہیں کرتا بلکہ اس کی طرف سے تاخیر کا سامنا رہتا ہے۔ مجمع الفقه الاسلامی اپنے بارہویں اجلاس میں یہ رائے قائم کی ہے۔<sup>(39)</sup>

۴۔ چوتھا قول: افراط زر شدید اور اچانک واقع ہو جائے اور قرض دہنده کے لئے بڑا ضرر ہو تو اس صورت میں فریقین آپس میں صلح کر لے اور افراط زر کی وجہ سے ہونے والے نقصان کو باہمی رضامندی سے آپس میں تقسیم کر دے۔ صلح نہ ہونے کی صورت میں فریقین ثالث یا قاضی کی طرف رجوع کرے اور ثالث یا قاضی دائیں کے ضرر کی مقدار کا جائزہ لے کر طرفین میں اس خسارہ کو تقسیم کر دے۔ مثلاً اگر ۳۰ ہزار موجل واجب الاداء رقم کی ادا نیگی کے وقت ۰۱ ہزار روپے قیمت کم ہو جائے تو طرفین باہمی رضامندی سے خسارہ کو تقسیم کر دے۔ باہم اتفاق نہ ہونے کی صورت میں فریقین میں سے ایک کسی ثالث یا عدالت میں معاملہ اٹھائے اور ثالث یا عدالت جائزہ لے کر فیصلہ کرے کہ مدین افراط زر کی وجہ سے واقع ہونے والی کمی میں سے کتنی مقدار ادا کرے۔ مجمع الفقه الاسلامی نے اپنے بارہویں اجلاس میں یہ تجویز بھی پیش کی ہے۔<sup>(40)</sup>

### دلائل:

#### قول اول کے دلائل درج ذیل ہیں:

- ۱۔ پیپر کرنی کی قوت خرید میں کمی واقع ہونا موثر عیب ہے لہذا قیمت ادا کرنا لازمی ہو گا۔
- ۲۔ قرض میں مثل ادا کرنا واجب ہے۔ افراط زر کی صورت میں کرنی کی قدر گرجانے سے تماثل باقی نہیں رہا۔
- ۳۔ پیپر کرنی میں معاملہ طے ہونے کے بعد واجب الاداء رقم کی وصولی سے قبل مدین کے پاس اس رقم میں افراط زر کی صورت میں عیب واقع ہوا ہے۔ لہذا اس کا خمان مدین پر ہے، وہ قیمت کی شکل میں خمان ادا کرنے کا پابند ہو گا۔ جس طرح قبضہ سے قبل اگر میں

<sup>(39)</sup> البيان المختاني، التوصيات والمقررات للدورة الثانية عشر لمجمع الفقه الإسلامي، مجلة مجمع الفقه الإسلامي، العدد ۱۲، جزء ۲

میں عیب واقع ہو جائے تو خمان باقی پر لازم آتا ہے اسی طرح یہاں واجب الادار قسم میں عیب واقع ہوا ہے جس کا خمان مدین قیمت کی شکل میں ادا کرے گا۔

### قول ٹالی کے دلائل درج ذیل ہیں:

- ۱۔ پیپر کرنی کی قوت خرید میں کمی واقع ہونے کے باوجود اس کی ثمنیت باقی ہے یعنی وہ بطور ثمن لوگوں کے ہاں رانگ ہیں اور اس کے ذریعے لین دین کیا جا رہا ہے۔ لہذا ایک کرنی میں معاملہ طے ہونے کے بعد قرض خواہ پر عقد کے وقت طے شدہ رقم ادا کرنا لازم ہو گا، اس سے زیادہ ادا کرنے کا وہ پابند نہیں ہے۔ اگر اس کرنی کی ثمنیت ختم ہو جاتی تو قیمت ادا کی جاسکتی تھی لیکن یہاں ایسی کوئی صورتحال کا سامنا نہیں ہے۔
- ۲۔ پیپر کرنیاں مثیاں ہیں، افراط زر سے ان کے مثیاں کا وصف ختم نہیں ہوتا۔ لہذا مثل ادا کرنا واجب ہو گا۔
- ۳۔ افراط زر کی وجہ سے قرضوں کی ادائیگی میں قیمت واجب قرار دینے سے ربا کا دروازہ کھل جائے گا کیونکہ اس میں قرض کی اصل زر سے زیادہ قرض کی عوض میں ادا کرنا پڑھتا ہے۔<sup>(41)</sup>

### قول ٹالی کے دلائل درج ذیل ہیں:

- ۱۔ مالی اور تجارتی معاملات میں شریعت کے اہم مقاصد میں سے عدل کا قیام اور ظلم سے بچنا ہے۔ بہت زیادہ افراط زر کی صورت میں قرض میں مثل ادا کرنا عادل کا تقاضا نہیں ہے بلکہ اس میں قرض دہنده پر ظلم ہو گا۔
- ۲۔ کرنی کی قوت خرید میں بہت زیادہ کمی واقع ہونا عیب ہے جس کا تعویض قرض کی ادائیگی میں قیمت کی شکل میں تعویض دینا ہو گا۔
- ۳۔ قوت خرید میں بہت زیادہ کمی سے قرض دہنده پر بھاری ضرر واقع ہوتا ہے لہذا اس ضرر کا ازالہ ضروری ہے جیسے کہ فقہی قاعدہ ہے: (الضرر يُزال).
- ۴۔ بکٹ پارٹ کو مستثنی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ کمکل طور پر دائن کے اختیار میں ہے کہ وہ جب چاہے اس کو وصول کر سکتا ہے۔<sup>(42)</sup>

### قول رابع کے دلائل درج ذیل ہیں:

- ۱۔ فقہی نظائر سے استدلال کرتے ہیں کہ عقووں میں غیر معمولی صورت حال میں اتزامات میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً عقد اجارہ میں جنگ وغیرہ کی وجہ سے منفعت کا حصول ممکن نہ ہو تو عقد فتح کیا جاسکتا ہے۔

<sup>(41)</sup> ايضاً، داؤد، بایل عبدالحفيظ یوسف، تغیر القيمة الشرائية للنقود الورقية (المعهد العالمي للفكر الاسلامي، طبع اول ۱۹۹۹ء)، ۲۹۸،  
الجعید، ستر بن ثواب، احكام الاوراق النقدية والتجارية في الفقه الاسلامي، (رسالة ماجستير، جامعة أم القرى مكة المكرمة، ۱۴۰۶ھ، ۳۹۷، وما بعدہ)۔

<sup>(42)</sup> الجابر، سلطان بن محمد، الاوراق النقدية دراسه فقهیہ، ۲۲۸ و مابعدہ، مجلہ مجمع الفقه الاسلامی، العدد ۱۲، جزء ۴ ص: ۲۸۵-۲۸۸۔

- جاحدہ (زیادہ بارش، زالہ باری، پھل میں کیڑا لگنا وغیرہ) کی صورت میں خراب پھل کے مقابلہ میں ثمن ساقط ہو جاتا ہے۔
- ا۔ قوت خرید میں اچانک بہت زیادہ کی سے قرض دہنہ پر بھاری ضرر واقع ہوتا ہے لہذا اس ضرر کا زالہ ضروری ہے جیسے کہ فقہی قاعدہ ہے: (الضرر يُزال).<sup>(43)</sup>

معاصرین کے آراء بنیادی طور پر دو قول کی طرف لوٹتے ہیں۔ ایک گروہ میں ادا کرنے کو لازمی قرار دیتے ہیں جبکہ دوسرا بہت زیادہ افراط زر کی صورت میں قیمت ادا کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ فقهاء کے قول اور دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی نوعیت کے افراط زر کی صورت میں مثلاً صوری کی ادائیگی کے بارے میں اتفاق ہے لیکن افراط زر غیر متوقع اور بہت زیادہ ہو تو فقهاء کا اختلاف ہے اور دونوں جانب کے دلائل بہت اہمیت کے حامل ہیں جن پر نہ یہ غور و خوض کی ضرورت ہے تاہم اظہر قیمت واجب قرار دینے والوں کے دلائل قرین انصاف معلوم ہوتے ہیں۔ لہذا یہاں موجہ ادائیگیوں میں افراط زر کے باوجود عددي مثل (face value) ادا کرنے کو لازمی قرار دینے والے فقهاء کے چند اہم دلائل اور مختلف رائے پر عموماً اٹھائے جانے والے اعتراضات کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

- کرنی کی قیمت میں عیب کی صورت میں مدین پر ضمان لازم نہیں ہے کیونکہ شئی مخصوص کی قیمت میں کی کا ضمان غاصب پر نہیں آتا لہذا اقرض میں قیمت کی کی کا ضمان بالا ولی مدین پر نہیں ہے۔

اس دلیل پر اگر غور کرے تو یہ ایک مختلف فیہ اصل پر قیاس ہے کیونکہ بعض فقهاء اس صورت میں غاصب کو ضامن قرار دیتے ہیں۔ دوسری بات کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ عین مخصوصہ عین لذات ہے جبکہ کاغذی کرنی کا مقصد عین نہیں بلکہ اس کی قوت خرید ہے۔

- مدین افراط زر کا سبب نہیں ہے۔ اگر یہ رقم دائن کے پاس بھی ہوتا ہے بھی قیمت میں کی واقع ہو جاتا۔
- اس اعتراض پر غور کرے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ رقم مدین کے پاس رہنے کی وجہ سے دائن نے اس کو فائدہ مند تجارتی سرگرمیوں میں لگانے کے موقع گتوادیئے۔ اگر یہ رقم دائن کے پاس ہوتے تو وہ کم از کم اس کی اصل قیمت کی حفاظت کی حد تک کسی مناسب تجارتی سرگرمی میں لگاسکتا تھا جس کے لئے مدین مانع بنا۔

- افراط زر کی وجہ سے کاغذی کرنی کی ثمنیت باقی رہتی ہے۔ اس لئے مثل ظاہر ادا کرنا لازم ہے۔
- اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ قیمت واجب قرار دینا اس کی ثمنیت باطل ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کی قوت خرید میں نقص کی وجہ سے ہے جو کہ ایک موثر عیب ہے۔ یعنی قیمت واجب قرار دینا زالہ ضرر کے لئے ہے۔

- افراط زر کا مدین سبب نہیں ہے۔ اس کے باوجود قیمت ادا کروانا اس پر ظلم ہے۔
- مدین، واجب الادا، دین کے حوالے سے ضامن ہے یعنی "یہ المدین ید ضمان" لہذا اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ نقص اور عیب کا سبب مدین خود ہے یا کوئی غیر۔

<sup>(43)</sup> الپاسر، سلطان بن محمد، الاوراق النقدیۃ دراسة فقیہی، ۲۲۸ و مابعدہ، مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، العدد ۱۲، جزء ۳ ص: ۲۸۵-۲۸۸۔

• کرنی نوٹ مثیلی ہے اور مثیلی اشیاء کے قرض کی صورت میں مثل اداکرنا لازمی ہے۔

کرنی نوٹ کو ان متقارب اوقات میں مثیلی قرار دیا جاسکتا ہے جن میں اس کی قوت خرید میں زیادہ واضح فرق نہ آرہے ہوں لیکن بعض کرنی نوٹوں میں رقم مدین کے ذمہ میں ثابت ہونے سے ادائیگی تک کے اوقات کے دوران میں قیمت کے اعتبار سے واضح تغیرات واقع ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں ان کرنیوں پر مثیلی ہونے کا صرف صادق نہیں آتا کیونکہ مثل صوری کا اعتبار اس وقت ہو گا جب معنوی طور پر بھی مثیلی ہو۔

دوسری بات یہ کہ اوراق نقیدی کی ذاتی قیمت نہیں ہے۔ لہذا گندم، جو اور سونا چاندی وغیرہ کی مثیلت ان پر منطبق نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان اشیاء کی بطور سامان (سلع) اپنی ذاتی قیمت کے ساتھ ثمنیت کی قیمت اضافی ہے۔ جبکہ کاغذی کرنی کی قیمت محض قوت خرید ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کرنی نوٹ میں ظاہری مثیلت کا اعتبار نہ کیا جائے اور اس کی قوت خرید مختلف اوقات میں مختلف ہونے کی صورت میں مثل صوری کے بجائے قیمت ادا کی جائے۔

• افراط زر کی بندیا پر مؤجل ادائیگیوں میں قیمت ادا کرنے کی اجازت دینے کی صورت میں ربا کارروازہ کھل سکتا ہے۔

افراط زر کی صورت میں جو اضافہ ادا کیا جاتا ہے وہ ربا کے زمرے میں نہیں آتا کیونکہ یہ اضافہ کرنی کی قوت خرید میں واقع ہونے والے عیب (جو نقص کی شکل میں رونما ہوا ہے) کا خман ہے۔ یعنی کرنی کی قوت خرید میں کمی کے مقابل اضافہ ادا کیا جا رہا ہے جبکہ ربا میں اضافہ بلا مقابل وصول کیا جاتا ہے۔ ربا کارروازہ اس وقت کھل سکتا ہے جب عقد کے وقت اضافہ مشروط ہو اور ہر حال میں وہ اضافہ وصول کیا جائے۔ جبکہ یہاں قیمت کا تعین ادائیگی کے موقع پر اس وقت کی جاتی ہے جب افراط زر کی صورت میں در گزی سے کام لیتے ہوں تو قیمت کی شکل میں اضافہ ادا کرنا لازم نہیں ہو گا۔

نیز مالی امور میں عدل کا قیام اور ظلم کی روک تھام شریعت کے مقاصد ہیں۔ افراط زر کے باوجود مؤجل ادائیگیوں میں مثل صوری لازم قرار دینا عدل کے منافی ہے اور معمول کے عرف سے ہٹ کر کرنی نوٹ کی قیمت میں بہت زیادہ تغیر پیدا ہونے سے دائن کے ساتھ ظلم ہو گا۔ اس لئے عدل کا تقاضا ہے کہ ایسی صورت حال میں قیمت ادا کی جائے۔ دوسری طرف قیمت ادا کرنے میں مدین کے ساتھ بھی زیادتی نہیں ہے۔ اگرچہ یہاں اصل رقم سے عددی طور پر اضافہ ادا کیا جا رہا ہے لیکن یہ اضافہ مدین کے ہاں اصل رقم کی قوت خرید میں نقص پیدا ہونے کا خمان ہے۔ کیونکہ نقص اور عیب کی صورت میں مدین ضامن ہے لہذا اس میں ظلم کا پہلو نہیں ہے۔

• قرون اولی یعنی عہد رسالت اور صحابہ و تابعین کے دور میں بھی کرنی کی قیمت میں اتار چڑھاؤ ہوتے تھے لیکن وہ لوگ اپنے تعاملات میں وہی زر لیتے تھے جس پر معاملہ طے ہوا تھا۔ اگر قیمت کا الحاظ کرتا تو ضرور نقل ہوتی۔

اس پر غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ قرون اولی میں لین دین کے لئے جو زر ان تھا وہ دینار و درہم تھے جو کہ سونا اور چاندی کے سکے تھے۔ اس لئے بطور زران کی قیمت میں زیادہ تغیر واقع نہیں ہوتے تھے۔ تھوڑی بہت کمی واقع ہو جانے

سے زیادہ فرق نہیں پڑتے تھے کیونکہ ان سکوں کی (سو نا اور چاندی کی شکل میں) اپنی ذاتی قیمت بھی ہوتی اور بطور شمن رائج ہونا ایک اضافی وصف تھا۔ جبکہ موجودہ کاغذی کرنسیوں کی اپنی ذاتی قیمت نہیں ہے بلکہ ان کی قیمت قوت خرید ہے۔

• قرض حسن اتفاق کے لئے ہے، امداد اشارع نے قرض کے معاملے میں ڈھیل دینے کی فضیلت بیان کی ہے جو کہ دیگر اسرار و حکموں کے علاوہ اس حکمت کی وجہ سے بھی ہے کہ قرضہ کی رقم کی قیمت میں کمی بھی واقع ہو سکتی ہے جس سے دائن و بائع کو ضرر پہنچ سکتا ہے، اس لئے قرض کو فضیلت دی گئی ہے۔

قرض کے معاملے میں ڈھیل دینے کی فضیلت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اصل رقم میں یا اس کی قیمت میں کمی کر کے ادا کروایا جائے۔ تنگ دست کے لئے قرض میں ڈھیل دینے کو بہتر قرار دیا ہے، اس سے یہ مطلب نہیں نکالتا کہ قرض کی قیمت میں کمی واقع ہو جانے کی صورت میں پوری نہ کی جائے۔ علاوہ ازاں اصول حکم کی نیماد علت ہے نہ کہ حکمت۔

نیز قرض کی فضیلت کی حکمت قیمت میں کمی ہونے کے امکان کو قرار دینا بھی محل نظر ہے کیونکہ قرض کی فضیلت صدقہ سے افضل ہونے کی وجہ آپ ﷺ نے اسراء و معراج کے موقع پر جبریل علیہ السلام سے استفسار کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ مانگنے والا پہنچ پاس مال ہونے کے باوجود دست سوال پہنچلاتا ہے جبکہ قرض خواہ ضرورت کے بغیر قرض نہیں لیتا۔<sup>(44)</sup> اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "إِنَّمَا ذُو عَسْرَةَ فَنَظِرَةً إِلَى مِيسَرَةٍ"<sup>(45)</sup> اگر تنگ دست ہے تو اس کو آسانی تک مہلت دی جائے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے تنگ دست کو ڈھیل دینے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدنيا، نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيمة. ومن يسر على

معسر، يسر الله عليه في الدنيا والآخرة.... والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه."<sup>(46)</sup>

(جو کوئی کسی مسلمان کی دنیوی مشکل دور کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی قیمت کی پریشانی دور فرمائے گا، اور جو کسی تنگ دست پر قرض کی وصولی میں آسانی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا و آخرت میں آسانی کا معاملہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔)

ان نصوص سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرض فراہم کرنے اور اس میں ڈھیل دینے کی فضیلت اس لئے ہے کہ جس کے ذریعے انتہائی ضرورت مند کی مدد ہوتی ہے اور اس کی مشکلات میں آسانی پیدا کرنے کے اسباب مہیا کئے جاتے ہیں۔

<sup>(44)</sup> عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، رأيت ليلة أسرى بي على باب الجنة مكتوباً، الصدقة بعشرين أمثالها، والقرض بثمانينية عشر، فقلت: يا جبريل ما بالقرض أفضل من الصدقة؟ قال: لأن السائل يسأل وعنته، والمستقرض لا يستقرض إلا من حاجة" ابن ماجهم محمد بن يزيد القزويني (ت ٢٣٧ھ)، سنن ابن ماجه، (دار إحياء الكتب العربية)، رقم ٨١٢/٢٢٣١

<sup>(45)</sup> سورة بقرة، آیت: ٢٨٠

<sup>(46)</sup> مسلم، أبو الحسين مسلم بن الحاج القشيري النيسابوري، (٢٦١ - ٢٠٦ھ)، صحيح مسلم، تحقيق فؤاد عبد الباقی، (القاهرة، بيروت: مطبعة عيسى البابی الحلی وشراکہ، ثم صورته دار إحياء التراث العربي، وغيرها، طبع ١٩٥٥ھ- ١٣٧٤ھ)، رقم الحديث (٢٦٩٩)،

قرض دینے والا ضرورت مند کی مدد کرنے کے بعد یہی چاہتا ہے کہ اس کی ضرورت پوری ہونے کے بعد یا اپنی ضرورت کے وقت رقم اپنی اصل قیمت کے ساتھ مل جائے۔ تھوڑی بہت کمی کی صورت میں عام طور پر لوگ تسامح سے کام لیتے ہیں لیکن بہت زیادہ کمی کی صورت میں در گزری کا معاملہ نہیں کرتے۔ اس طرح بہت زیادہ افراط ازr کے بعد بھی عددي طور پر وہی رقم واپس کرنے سے دائیں کی رضامندی محفوظ ہو جائے گی جبکہ اس کی رضامندی عقد میں ضروری ہے۔

(یا ایها الذین آمنوا لا تأكلوا اموالکم بینکم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منکم) <sup>(47)</sup>

(اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال نافع طریقے سے نہ کھاؤ، الایہ کہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے وجود میں آئی ہو (تو جائز ہے)۔")

دوسری جانب بیع کی صورت میں باعث کا مقصد عام طور پر فائدہ کمائنا ہوتا ہے، اگر عددي مثل ادا کرنا لازم قرار دے تو بیع کی قیمت ادھار رکھنے کے بعد ادا میگی کے وقت افراط ازr کی وجہ سے باعث کو اپنی اصل لاغت سے بھی کم قیمت مل جائے گی جس پر وہ رضامند نہیں ہو گا اور مدین ممالط ہو تو اس سے نبی کریم ﷺ نے صراحت کے ساتھ ظلم قرار دیا ہے۔

"مظلل الغی ظلم" <sup>(48)</sup>

(مالدار کا قرض ادا کرنے میں مثال مثالوں سے کام لینا ظلم ہے۔)

شدید نو عیت کے افراط ازr کے وقت قیمت لازم قرار نہ دینے میں مفاسد کا پہلو بھی ہے کہ لوگ قرض حسن دینے سے کتنا نہ لگیں گے اور ضرورت مندوں کے مصالح نوٹ ہو جائیں گے۔ اس طرح اہل ثروت کے پاس مال پڑے رہیں گے یادہ غیر پیداواری سرگرمیوں میں صرف ہو جائیں گے اور معاشرے کے ضرورت منداں سے مستغیض نہیں ہو پائیں گے جو کہ اقتصادی لحاظ سے ملک اور عام افراد کے لئے مضرت کا باعث بنے گا۔ لہذا جلب مصالح، رد مفاسد (سد ذرائع)، عدل اور ازالہ ضرر جیسے شرعی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے غور کی ضرورت ہے۔

• قیمت میں بہت زیادہ کمی واقع ہونے سے دائیں پر ضرر واقع ہوتا ہے لہذا فقہی قاعدہ "الضرر يُزال" کے مطابق اس کے ضرر کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ لیکن اس پر یہ اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ اس سے مدین پر بھی ضرر واقع ہو جاتا ہے مذکورہ فقہی قاعدہ کا ایک فرعی قاعدہ یہ کہ "الضرر لا يُزال بالضرر" یعنی ضرر کا ازالہ ضرر کے ذریعے نہیں کیا جائے گا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ ضرر کا ازالہ اسی طرح یا اس سے شدید نو عیت کے ضرر کے ذریعے ازالہ نہیں کیا جائے گا لیکن اس سے کم نو عیت کے ضرر کے ذریعے ازالہ منوع نہیں ہے بلکہ مطلوب ہے جیسے کہ اس کے ایک اور فرعی قاعدہ میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ "الضرر الاشد يُزال بالأخف" <sup>(49)</sup> یعنی شدید ضرر کا ازالہ کم تر ضرر

<sup>(47)</sup> سورہ النساء، آیت (۲۹)۔

<sup>(48)</sup> البخاری، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري، (عطاءات العلم ، ۳۱۲/۲)

<sup>(49)</sup> السیوطی، عبد الرحمن السیوطی، الأشباه والناظر في قواعد وفروع فقه الشافعیة، (دارالكتاب العربي، طبع اول، ۱۴۰۶ھ)، ۸۷۔

کے ذریعے کیا جائے گا۔ افراط از کی صورت میں قیمت ادا کرنے سے دائن کے ضرر میں تخفیف ہوتی ہے کیونکہ ضرر صرف ایک فریق کو برداشت کرنا نہیں پڑتا بلکہ فریقین میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔

اس ضمن میں مجمع الفقه الاسلامی کے زیر اہتمام (الندوة الفقهية الاقتصادية لدراسة قضایا التضخم) 1999ء کے سفارشات کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ (التوصيات والمقترنات):

أولاً - تأكيد العمل بالقرار السابق رقم ٤٢ (٤ / ٥) في غير حالات التضخم، ونصه: "العبرة في وفاء الديون الثابتة بعملة ما، هي بالمثل وليس بالقيمة؛ لأن الديون تقضى بامثلها، فلا يجوز ربط الديون الثابتة في الذمة، أيا كان مصدرها بمستوى الأسعار."

وأما في حالات التضخم فيطبق ما يلي:

ثانياً - مدى اعتبار التضخم مؤثراً في الديون الأجلة:

أ- إذا كان التضخم عند التعاقد (ثبت الحق في الذمة) متوقعاً فإنه لا يتربّع عليه أي تأثير في تعديل الديون الأجلة، فيكون وفاوهاً بالمثل وليس بالقيمة، وذلك لحصول التراضي ضمناً بنتائج التضخم، ولما في ذلك من استقرار التعامل.

ثالثاً - إن كان التضخم عند التعاقد غير متوقع الحدوث وحدث، فاما أن يكون وقت السداد كثيراً أو يسيراً، وضابط التضخم الكثير أن يبلغ ثلث مقدار الدين الأجل:

أ- إذا كان التضخم يسيراً فإنه لا يعتبر مسوغاً لتعديل الديون الأجلة؛ لأن الأصل وفاء الديون بامثلها، واليسير في نظائر ذلك من الجهة أو الغرر أو الغبن معتبراً شرعاً.

ب- وإذا كان التضخم كثيراً، فإن وفاء الدين الأجل حينئذ بالمثل (صورة) يلحق ضرراً كثيراً بالدائنين يجب رفعه، تطبيقاً للقاعدة الكلية (الضرر يزال) والحل لمعالجة ذلك (فيما عدا الحسابات الجارية) هو اللجوء إلى: الصلح: وذلك باتفاق الطرفين - عند سداد الدين الأجل فيما عدا الحسابات الجارية - على توزيع الفرق الناشئ عن التضخم بين المدين والدائن بأي نسبة يتراضيان عليها.....

خامساً - إذا تعذر الصلح بين الدائن والمدين لتحديد ما يتحمله كل منهما من الفرق الناشئ عن التضخم، فإنه يصار إلى إحدى هاتين الوسائلتين:

١- التحكيم: وهو اتفاق طرفي خصومة معينة على تولية من يفصل في منازعة بينهما بحكم ملزم يطبق الشريعة الإسلامية، هو مشروع سواء أكان بين الأفراد أم في مجال المنازعات الدولية. وقد صدر في شأن التحكيم قرار المجمع رقم ٩١ (٩ / ٨)

٢- القضاء: وذلك برفع أحد الطرفين الأمر إلى القضاء، فينظر القاضي في مقدار الضرر الواقع على الدائن (فرق التضخم) ويحدد ما يتحمله المدين على نحو ما قيل في الصلح.  
ولا ينبغي لأحدهما التعتن برفض اللجوء إلى إحدى الوسائل السابقة.

والقول بتعديل الديون الأجلة بسبب التضخم الكبير، وجعل الثالث حد الكثرة يستند إلى عمومات نصوص الكتاب والسنة الأمارة بالعدل والإنصاف والنهاية عن الظلم. ويستأنس لذلك

بقاعدة (وضع الجوائح) الثابتة في السنة الصحيحة، وبأساس التعويض عن العيب بناء على قاعدة الجوابر، باعتبار أن التغير الكبير في القوة الشرائية للعملة عيب يستوجب جبر النقص، وبمبدأ (المظالم المشتركة)، وهي النوائب التي تنزل بواحد ممن يجمعهم وصف مشترك فيتم تحميلاها بالعدل على المشتركين").

#### ترجمہ: (سفارشات اور تباویں):

- اول: افراط زر کے علاوہ دیگر صورتوں میں سابقہ قرارداد نمبر (۳۲/۵) پر عمل کرنے کی تاکید کی جاتی ہے جس کا مقنی یہ ہے کہ "ایک مخصوص کرنی میں طے شدہ (ثبت) قرضہ جات کی ادائیگی مثل میں کی جائے گی قیمت میں نہیں، کیونکہ قرض کی ادائیگی مثل میں کی جاتی ہے، لہذا مدد میں ثابت دین جس کا ذریعہ جو بھی ہو قیتوں کی سطح (اشارتیہ) سے جوڑنا جائز نہیں ہے۔"
- جہاں تک افراط زر کی صورت کا تعلق ہے اس کے لئے درج ذیل اقدامات کئے جائیں:

  - دوم: مؤجل ادائیگیوں پر افراط زر کے موثر ہونے کی حد: اگر عقد کے وقت افراط زر متوقع تھی تو مؤجل ادائیگیوں پر کوئی اثر مرتب نہیں ہو گا اور قرض مثل کی صورت میں ادا کیا جائے گا نہ کہ قیمت کے مطابق، کیونکہ افراط زر کے نتائج کے ضمن میں باہم رضامند ہیں، اور اس پر (لوگوں کے ہاں) لیں دین کا تعامل مستحکم طور پر چل رہا ہے۔
  - سوم: اگر معاهدے کے وقت افراط زر ہونا غیر متوقع تھا، اور بعد میں افراط زر واقع ہو گیا تو مؤجل قرض کی ادائیگی کے وقت افراط زر زیادہ ہو گا کیا کہ ہو گا۔ افراط زر کی کثرت کا پیمانہ مؤجل قرض کا ثلث ہے۔
    - (الف) اگر افراط زر معمولی ہو تو مؤجل قرضہ جات میں تبدیلی کا جواز نہیں بتا، کیونکہ اصل یہ ہے کہ قرض مثل کے مطابق ادا کیا جائے، اور معمولی نوعیت کی جہالت، غرر اور غبن شرعی طور پر معاف ہیں۔
    - (ب) اگر افراط زر زیادہ ہے تو مؤجل قرض کی ادائیگی مثل (صوری) میں کرنے کی صورت میں میں قرض دہنہ کو بہت زیادہ ضرر لاحق ہو جاتا ہے جس کا قاعدہ کلیہ (الضرر یزال) کے تحت ازالہ ضروری ہے۔ (کرنٹ اکاؤنٹ کے علاوہ دیگر قرضہ جات) میں اس مسئلہ کے حل کے لئے درج ذیل طریقہ کارپانیا جائے۔
  - صلح: (کرنٹ اکاؤنٹ کے علاوہ دیگر) مؤجل ادائیگیوں میں ادائیگی کے وقت افراط زر کی وجہ سے پیدا ہونے والے فرق کو فریقین باہمی رضامندی سے کسی متفقہ تناسب پر آپس میں تقسیم کرے۔
  - پنجم: اگر دین اور مدین کے مابین افراط زر کے فرق (خسارہ) کی مقدار باہم تقسیم کرنے پر مصالحت ممکن نہ ہو تو درج ذیل میں سے کسی ایک طریقہ کارکو اپنایا جائے۔
    - ا۔ ثالثی: یہ ہے کہ تنازعہ کے فریقین باہمی اتفاق سے کسی تیرے شخص کو شریعت کے مطابق تنامہ کے فیصلہ کے لئے منتخب کرتے ہیں جس کا فیصلہ ماننے کا فریقین پابند ہوتے ہیں۔ ثالثی کا طریقہ کار افراد اور مین الاقوامی دونوں نوعیت کے تنازعات میں جائز ہے۔ اس کے متعلق مجمع الفقہ الاسلامی کی قرارداد نمبر (۹۱/۸) جاری ہو چکا ہے۔

۲۔ عدالتی کا روایتی: فریقین میں سے ایک معاملہ عدالت میں پیش کرے اور قاضی دائن کے نقصان کی مقدار (افراط زر کا فرق) کی جانچ پڑتا کر کے مدین کی طرف سے نقصان برداشت کرنے کی مقدار کا تعین کرے گا۔ جس طرح صلح کی صورت میں کبھی گئی ہے۔

فریقین میں سے کسی ایک کو بھی درج بالا طریقہ کار میں سے ایک کو اختیار کرتے ہوئے معاملہ سلجنے سے انکار کرنا مناسب نہیں ہے۔

افراط زر زیادہ ہونے کی صورت میں سے مؤجل ادائیگیوں میں تبدیلی کرنے اور کثرت کے لئے حد ثلث مقرر کرنے کی بنیاد کتاب و سنت کے وہ عمومی نصوص ہیں جن میں عدل و انصاف اور ظلم سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ اس رائے کے لئے وضع الجوانح کے قاعدے سے بھی استئناس کیا جاسکتا ہے جو کہ صحیح سنت سے ثابت ہے۔ علاوه ازیں اس کی اساس قاعدة الجوابر (نقص پورا کرنا) بھی ہے جس کی رو سے عیب کی وجہ سے پیدا ہونے والے نقص کی تعویض وصول کی جاتی ہے۔ کرنی نوٹ کی قوت خرید میں نمایاں تبدیل رونما ہونا عیب ہے جس کی تلافی ضروری ہے۔ نیز اس رائے کی تائید کے لئے المظالم المشتركة کا اصول بھی پیش نظر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک گروہ جو کسی وصف مشترک کی وجہ سے باہم جڑے ہوئے ہیں، اس گروہ میں سے کسی ایک پر آفت آجائے تو اس میں شامل تمام افراد عدل کے ساتھ اس کو باہم برداشت کرتے ہیں۔<sup>(50)</sup>

افراط زر غیر موقع ہو جس سے دائن کو بہت زیادہ ضرر لاحق ہو جائے اور عام طور پر عرف وعادت میں اس طرح کی صورت حال میں لوگ مسامحت اور در گزری سے کام نہ لیتے ہوں اور ایسے نقص کو برداشت نہیں کیا جاتا ہو تو اس صورت میں مدین کو قیمت ادا کرنا ہو گا۔ افراط زر میں کثرت کا معیار ثلث کو قرار دینا نسبی معلوم ہوتا ہے۔ لہذا کثرت کا معیار عرف وعادت کو قرار دینا زیادہ موزون لگتا ہے۔ عرف مختلف اور غیر منضبط ہونے کی صورت میں عدالت یا ناشی کے ذریعے تغیر کی نسبت طے کئے جائیں اور اس حوالے سے مالیاتی اور اقتصادی امور کے مہرین کی بھی مدلی جاسکتی ہے۔ اور عدالتی یا ناشی فیصلوں کی روشنی میں مؤجل ادائیگی کی جائے۔

منکورہ بالا بحث اس صورت حال کے حوالے سے ہے جب افراط زر کی وجہ سے مؤجل ادائیگی کے بارے میں فریقین کے مابین اختلاف اور تازعہ کھڑا ہو جائے۔ اس کے بر عکس اگر مدین ادائیگی کے وقت رضا کارانہ طور پر افراط زر کے فرق (خسارہ) کو پورا کرے یا بطور احسان اضافہ ادا کر دے تو یہ مستحسن امر ہے جس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے اونٹ لیا ہوا تھا۔ وہ شخص اس کا مطالبہ کرنے آیا تو آپ ﷺ کے پاس اس کے اونٹ سے بہتر اونٹ موجود تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "أَعْطُوهُ، فَإِنَّ مِنْ حَنِيرُكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً"<sup>(51)</sup>

(اس کو بہتر اونٹ دے دو کیونکہ لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو قرض کو حسن انداز میں ادا کرے۔ (واللہ اعلم با صواب)

### نتائج وسفر شات:

<sup>(50)</sup> مجہة مجمع الفقه الاسلامی، العدد ۱۲، جزء ۳۳، ۲۸۵-۲۸۸۔

<sup>(51)</sup> البخاری، صحیح البخاری، رقم الحدیث، ۲۳۰۶، ۲۰/۲، ۳۷۰۔

- ۱۔ دینار و درہم سونے اور چاندی کے سکے ہیں ان کی قیمت میں کمی پیشی ہونے کی صورت میں زیادہ فرق نہیں پڑتا اور تیجہً موجل ادا بیگیوں پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا کیونکہ ان کرنیسوں کی بطور سونا اور چاندی ذاتی قیمت بھی ہے جبکہ موجودہ کاغذی کرنی قانونی زر ہے اور اس کی قدر قوت خرید ہے۔ لہذا وقت خرید میں بہت زیادہ تغیر واقع ہو جائے تو موجل ادا بیگیوں میں قیمت ادا کرناقرین انصاف معلوم ہوتا ہے۔
- ۲۔ معمولی نوعیت کے افراط زر میں موجل ادا بیگیوں پر اثر مرتب نہیں ہوتے کیونکہ اکثر لین دین تھوڑی بہت کمی پیشی سے خالی نہیں ہوتے اس لئے عام طور پر لوگ ان میں در گزری سے کام لیتے ہیں۔ لہذا اس میں کثرت و قلت کے تعین میں عرف و عادت کا اعتبار کیا جائے۔
- ۳۔ افراط زر کی صورت میں قیمت کے تعین کے لئے اشاریہ (Price Index) کے ساتھ مربوط کرنا شرعاً درست نہیں ہے کیونکہ اشاریہ خیمنی ہے۔
- ۴۔ افراط زر کی شکل میں کرنیسوں کی قوت خرید میں واضح فرق واقع ہونا ایک مسلمہ امر ہے لیکن موجل ادا بیگیوں کے وقت قیمت کا تعین شرعی طور پر موجودہ اشاریہ (Price Index) کے ذریعے کرنا درست نہیں ہے لہذا اقتصادی اور شرعی و قانونی ماہرین پر مشتمل ٹیم اس کے لئے موزوں حل تلاش کرے، یا موجودہ اشاریہ بندی میں موجود خامیوں کو دور کرنے پر غور کرے۔ افراط زر کا تعین حکومت یا ایسے نجی اداروں کے تحت کیا جائے جن کے پاس اقتصادی و شرعی و قانونی ماہرین کے علاوہ مادی و سائل بھی دستیاب ہوں۔ یہ کام افراد یا انفرادی طور پر نہ کیا جائے تاکہ اختلاف و انتشار اور مفاسد کا پیشہ خیمه نہ بنے۔
- ۵۔ افراط زر کی بنیاد پر کرنی کی قیمت کے تعین کے لئے ایک مضبوط طریقہ کار / پیمانہ وضع کیا جائے جو اس حوالے سے موقع طور پر پیدا ہونے والے مفاسد کا سد باب کیا جاسکے۔
- ۶۔ افراط زر کی وجہ سے موجل ادا بیگیوں میں اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں قیمت کے تعین فریقین باہمی رضامندی سے صلح کے ذریعے کر کے تقصیمات کو باہم تقسیم کرے۔ باہم متفق نہ ہو تو ثالثی اور عدالت کے ذریعے معاملات کو نہایا جائے۔ جیسا کہ مجمع فقہ الاسلامی نے اپنی سفارشات میں تجویر پیش کی ہے۔
- ۷۔ صلح اور ثالثی یا عدالتی کار رائی ہر دو صورت میں اقتصادی و شرعی ماہرین کی مدد و ہنماں حاصل کی جائے تاکہ عدل و انصاف کے ساتھ موجل ادا بیگی ممکن بنایا جائے۔
- ۸۔

### List of Sources in Roman Script

Al-Quran Al-Kareem

Al-Bahouti, Mansur bin Yunus bin Idris. *Kashaf al-Qina‘ ‘an Matn al-Iqna‘*. Riyadh: Maktabah al-Nasr al-Hadithah, n.d., 3:315.

Al-Dasuqi, Muhammad bin Ahmad bin ‘Urfa Al-Maliki. *Hashiyat al-Dasuqi ‘ala al-Sharh al-Kabir*. Beirut: Dar al-Fikr, n.d., 3:45.

Ali, Dr. Moulana Ismatullah. *Mas’alah al-Zar: Dirasah Tahqiqiyah Shar‘iyyah*. Karachi: Idarat al-Ma‘arif, September 2009, 296ff.

Alish, Muhammad. *Manh al-Jalil Sharh Mukhtasar Khalil*. Beirut: Dar al-Fikr, 1st ed., 1984–1404 AH, 4:531.

Al-Jaid, Sattar bin Thawab. *Ahkam al-Awraq al-Naqdiyyah wal-Tijariyyah fi al-Fiqh al-Islami*. Master’s thesis, Umm al-Qura University, 1406 AH, 497ff.

Al-Jasir, Sultan bin Muhammad. *Al-Awraq al-Naqdiyyah: Dirasah Fiqhiyyah*. Riyadh: Umm al-Qura University, 1429 AH, 225–228; *Majallat Majma‘ al-Fiqh al-Islami*, no. 12, part 4:285–288.

Al-Kasani, Abd al-Karim. *Bada‘i‘ al-Sana‘i‘ fi Tartib al-Shara‘i‘*. 5:242.

Al-Kharshi, Abu Abdullah Muhammad bin Abdullah Al-Kharshi Al-Maliki. *Sharh al-Kharshi ‘ala Mukhtasar Khalil*. Cairo: Matba‘ah al-Kubra al-Amiriyyah Bulak, 2nd ed., 1317 AH, 5:101.

Almarzouqi, Dr. Nasih bin Nasih Almarzouqi Al-Baqmi. *Dhawabit al-Naqd fi al-Islam*. *Al-Majallah al-‘Ilmiyyah li Qita‘ Kulliyat al-Tijarah*, no. 13 (January 2015): 256.

Al-Mawsu‘ah al-Fiqhiyyah al-Kuwaitiyyah. Kuwait: Ministry of Awqaf wa Shu‘un Islamiya, 2nd ed., 1427 AH, 41:176, 195–196.

Al-Muslih, Khalid bin Abdullah. *Al-Tasakhum al-Naqdi fi al-Fiqh al-Islami*. [www.almosleh.com](http://www.almosleh.com), 82ff.

Al-Nuwawi, Abu Zakariya Muhiyyi al-Din Yahya bin Sharaf al-Din. *Rawdat al-Talibin wa ‘Umdat al-Muftin*. Beirut Damascus-Amman: Al-Maktab al-Islami, 3rd ed., 1991, 3:367.

Al-Ramli, Shams al-Din Muhammad bin Abi al-‘Abbas Ahmad bin Hamza Shihab al-Din Al-Ramli. *Nihayat al-Muhtaj ila Sharh al-Minhaj*. Beirut: Dar al-Fikr, 1984–1404 AH, 3:112.

- Al-Roubi, Dr. Nabil. *Nazriyat al-Tadakhum*. Alexandria: Mu'assasat al-Thaqafah al-Jami'iyyah, 2nd ed., 12.
- Al-Sarkhasi, Muhammad bin Ahmad bin Abi Sahl, Shams al-A'immah. Al-Mabsut. Beirut, Lebanon: n.p., 14:30.
- Al-Suyuti, Abd al-Rahman bin Dhi'bi Bakr, Jalal al-Din Al-Suyuti. *Al-Hawi lil-Fatwa*. Beirut-Lebanon: Dar al-Fikr, 2004, 1:114–115.
- Al-Tamritashi, Shams al-Din Muhammad bin Abdullah bin Ahmad. *Badh al-Majhud fi Tahrir As'ilat Taghyir al-Naqud*. Jerusalem: University of Al-Quds, 1st ed., 1422 AH/2001, 55.
- Al-Wazni, Dr. Khalid, and Al-Rifai, Dr. Ahmed. *Mabadi' al-Iqtisad al-Kulli bayn al-Nazariyyah wal-Tatbiq*. Dar Wa'il, 3rd ed., 1999, 256.
- Al-Zarqa, Sheikh Ahmad. *Sharh al-Qawa'id al-Fiqhiyyah*. Dar al-Maghrib al-Islami, 1st ed., 1403 AH, 174.
- Al-Zurqani, Abd al-Baqi bin Yusuf bin Ahmad Al-Zurqani Al-Misri. *Sharh al-Zurqani 'ala Mukhtasar Khalil*. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1st ed., 2002, 5:107.
- Daghi, Ali al-Qarah. *Qaidah al-Mithli wal-Qaymi fi al-Fiqh al-Islami*. 1st ed., 1413 AH, 235.
- Dawood, Hail Abdulhafiz Yousuf. *Taghyir al-Qimah al-Shar'iyyah lil-Naquad al-Waraqiyah*. International Institute for Islamic Thought, 1st ed., 1999, 298.
- Hekal, Dr. Abdulaziz. *Mawsu'ah al-Mustalahat al-Iqtisadiyah wa al-Ihsa'iayah*. Lebanon: Dar al-Nahdah al-'Arabiyyah, 2nd ed., 1406 AH, 673, 850.
- Ibn Abidin, Muhammad Amin bin Umar bin Abd al-'Aziz Abidin Al-Dimashqi. *Radd al-Muhtar 'ala al-Dur al-Mukhtar*. Cairo: Sharikat Maktabah wa Matba'ah Mustafa al-Babi al-Halabi wa Awladuh, 2nd ed., 1966, 4:533.
- Ibn Abidin. *Tanbih al-Ruqood 'ala Masail al-Naquad*. Istanbul: Dar Sa'adat, 1907, 60.
- Ibn Faris, Ahmad bin Faris bin Zakariya Al-Qazwini Al-Razi, Abu al-Husain. *Mujam Maqayis al-Lughah*. Beirut: Dar al-Fikr, 1399 AH, 5:101.
- Ibn Najim, Zain al-Din bin Ibrahim bin Muhammad, al-Ma'ruf bi Ibn Najim al-Misri. *Al-Bahr al-Raiq Sharh Kanz al-Daqa'iq*. 2nd ed., Dar al-Kitab al-Islami, 6:220.

Ibn Rushed, Abu Walid Muhammad bin Ahmad bin Rushed al-Qurtubi. Al-Bayan wal-Tahsil wal-Sharh wal-Tawjih wal Ta‘leel li Masail al-Mustakhraja. Beirut, Lebanon: Dar al-Gharb al-Islami, 2nd ed., 1408 AH/1988, 6:477.

Khalil, Dr. Sami. Al-Nazariyyat wal-Siyasat al-Naqdiyyah. Kuwait: Sharikat Kazmah, 1st ed., 1982, 621.

Maji, Majd Ahmad. Fatawa Mustafa al-Zarqa. Damascus: Dar al-Qalam, 1st ed., 1420 AH, 630.

Muhammad bin Ali. Muqaddimah fi al-Naqud wal-Bunuk. Jeddah: Maktabah Dar Jeddah, 1st ed., 1417 AH, 293ff.

Othmani, Mufti Taqi. Fiqhi Maqalat. Karachi: Maiman Islamic Publishers, 1994, 1:49.

Othmani, Mufti Taqi. Islam aur Jadeed Ma‘eeshat wa Tijarat. Karachi: Idarat al-Ma‘arif, 108.

Sayyid Sabiq. Fiqh al-Sunnah. Beirut, Lebanon: Dar al-Kitab al-‘Arabi, 3rd ed., 1397 AH/1977, 3:130.